قیمت سالانہ پیشگی اندرون ہند

قیمت سالانہ پیشگی بیرون ہند ۱۳

نمبر ۴۲	۱۳ ر جمادی الثانی سنہ ۱۳۵۲ ھ	یوم پنجشنبہ	مطابق ۵ ر اکتوبر سنہ ۱۹۳۳ ء	جلد ۲۱

مدینۃ المسیح

سیدنا حضرت خلیفۃ المسیح الثانی ایدہ اللہ بنصرہ العزیز کے متعلق ۳ ر اکتوبر بوقت ۳۰-۳ بجے بعد دوپہر کی ڈاکٹری رپورٹ مظہر ہے۔ کہ حضور کی صحت نسبتاً اچھی ہے۔ گو آج شب کو دستوں کی شکایت رہی۔ احباب دعا فرمائیں۔ اللہ تعالےٰ حضور کو کامل صحت عطا فرمائے ::

خدا تعالےٰ کے فضل سے ہیضہ کی شکایت بہت حد تک دُور ہو چکی ہے۔ اس دوران میں حضرت خلیفۃ المسیح الثانی ایدہ اللہ بنصرہ العزیز کے مقرر فرمودہ میڈیکل بورڈ اور احمدیہ کور کے نوجوانوں نے نہایت قابل تعریف خدمات سرانجام دیں ::

سالانہ جلسہ کے انتظامات کی کمیٹی نے اپنا کام شروع کر دیا ہے ::

ملفوظات حضرت مسیح موعود علیہ الصلوٰۃ و السلام

ایمان اور ابتلاء

(فرمودہ ۵- اکتوبر سنہ ۱۹۰۲ء)

"جو لوگ حق قبول کرتے ہیں۔ وُہ اسی وقت فراست والے کہلاتے ہیں۔ جب وُہ اول ہی اول قبول کرتے ہیں۔ خُدا جو مومنوں کی تعریف کرتا ہے۔ اور سابقین رضی اللہ عنہم و رضوا عنہ کہتا ہے۔ اسی لئے کہ انہوں نے اپنی فراست سے پہلے رسول اللہ صلے اللہ علیہ وآلہ وسلم کو مان لیا۔ لیکن جب کثرت سے لوگ داخل ہونے لگے۔ اور انکشاف ہوگیا۔ اس وقت داخل ہونے والے کا نام الناس رکھا ہے۔ اس حالت میں تو گویا منع کرتا ہے یہ کہکر لم تؤمنوا ولکن قولوا اسلمنا۔ یعنے یہ مت کہو۔ کہ ہم ایمان لائے۔ بلکہ یہ کہو۔ کہ ہم نے اطاعت کی۔ ایمان اس وقت ہوتا ہے۔ جب ابتلاء کے مواقع آئیں۔ جن پر ایمان لانے کے بعد ابتلاء کے موقعے نہیں آئے۔ وُہ اسلمنا میں داخل ہیں۔ انہوں نے تکلیف کا نشانہ ہوکر نہیں دیکھا۔ بلکہ وُہ اقبال اور نصرت کے زمانہ میں داخل ہُوئے۔ یہی وجہ ہے۔ کہ فخر کا نام اور خطاب ان کو نہ ملا۔ بلکہ الناس ان کا نام رکھا۔ کیونکہ وُہ ایسے وقت داخل ہُوئے۔ جبکہ مسلم چل پڑا۔ اور رسول اللہ نے اپنی صداقت کی روشنی دکھلائی۔ اس وقت دوسرے مذاہب حقیر نظر آئے۔ تو سب داخل ہو گئے"۔

(الحکم ۱۰- ستمبر سنہ ۱۹۰۲ء)

حضرت میرزا شریف احمد صاحب کا ڈھاکہ میں شاندار استقبال

ڈھاکہ ۲ اکتوبر سکرٹری صاحب احمدیہ ایسوسی ایشن ڈھاکہ بذریعہ تار مطلع فرماتے ہیں۔ حضرت میرزا شریف احمد صاحب جنہوں نے صوبہ بنگال کی احمدیہ کانفرنس کی برہمن بڑیہ میں صدارت فرمائی۔ قادیان واپس تشریف لے جاتے ہوئے آج ۲ بجکر ۲۷ منٹ پر یہاں پہونچے۔ ریلوے سٹیشن پر گولوں کے دھماکوں اور اللہ اکبر کے نعروں کے دوران میں نہایت شاندار طور پر ان کا استقبال کیا گیا۔ ڈھاکہ کے احمدیوں کے امام صاحب نے پھولوں کے ہار پہنائے، ڈھاکہ بوائے سکاؤٹس ایسوسی ایشن کی نمائندگی کرتے ہوئے وڈنگس سکوٹس جلوس میں شریک ہوئے۔ حضرت مرزا صاحب کی ڈھاکہ میں تشریف آوری پرائیویٹ تھی۔

بابو اکبر علی صاحب (ممباسہ) کا افسوسناک انتقال

حضرت خلیفۃ المسیح الثانی ایدہ اللہ بنصرہ العزیز نے ۲۹ ستمبر بعد خطبہ جمعہ بابو اکبر علی صاحب ممباسہ افریقہ کی اندوہناک وفات کا ذکر کرتے ہوئے فرمایا۔ وہ نہایت ہی مخلص احمدی تھے۔ افریقہ کی جماعت کے لوگ ان کے تقوےٰ۔ اخلاص۔ ہمدردی۔ نیکی اور مہمان نوازی کے معترف ہیں۔ میرا اپنا تجربہ بھی یہی ہے۔ کہ وہ اخلاص میں نہایت بڑھے ہوئے تھے۔ سلسلہ کے کاموں میں حصہ لینے کے لئے ہر وقت آمادہ رہتے تھے۔ باوجود اس کے کہ اللہ تعالیٰ نے انہیں نہایت آسودہ حال کیا۔ اور سلسلہ کی خدمات سرانجام دینے کی وجہ سے کیا۔ ان میں نہایت انکسار، مہمان نوازی۔ اور اپنے بھائیوں سے محبت کا مادہ پایا جاتا تھا۔ میں نماز کے بعد ان کا جنازہ پڑھاؤں گا۔ احباب بھی جنازہ غائب پڑھکر ان کے لئے دعائے مغفرت کریں۔ چنانچہ حضور نے بعد نماز جمعہ ان کے لئے نماز جنازہ پڑھائی۔ بیرونی جماعتیں بھی ان کے لئے نماز جنازہ پڑھ کر دعائے مغفرت کریں۔ ہم جماعت کی طرف سے ان کے خاندان کے ساتھ گہری ہمدردی و افسوس کا اظہار کرتے ہیں۔

سکھچین پور (میرپور) کے مقدمہ کے متعلق

آل انڈیا کشمیر کمیٹی کے وکلاء کی قابل تعریف مساعی

میرپور ۲- ستمبر- ڈاکٹر امام الدین صاحب قریشی جنرل سکرٹری مسلم ایسوسی ایشن میرپور- ریاست جموں بذریعہ تار مطلع فرماتے ہیں کل سکھچین پور کے مشہور مقدمہ میں شیخ بشیر احمد صاحب ایڈووکیٹ لاہور کے معقول اور زبردست دلائل ختم ہوئے۔ آج چودھری یوسف خاں صاحب وکیل گوجرانوالہ نے مزید کیفرکٹ عدالت کو غیر معمولی قابلیت کے ساتھ مخاطب کیا۔ مسلمانان میرپور دونوں اصحاب کی مقدمہ کے متعلق قابل تعریف تیاری کے لئے شکر گزار ہیں۔

یوم التبلیغ کے متعلق ضروری ہدایات

یوم التبلیغ کے متعلق یہ تحریک کرتے ہوئے کہ ہر احمدی مرد و عورت سوائے کسی خاص معذوری کے اس دن تبلیغ احمدیت کا فرض خصوصیت سے ادا کرے۔ اور سارا دن اس مقدس کام کے لئے وقف کرے۔ ہم احمدی احباب و خواتین کی توجہ تبلیغ سے متعلق ان ہدایات کی طرف مبذول کرانا چاہتے ہیں جو حضرت مسیح موعود علیہ الصلوٰۃ والسلام نے ایک موقعہ پر فرمائیں جنہیں ہم ایک گذشتہ پرچہ میں شائع کر چکے ہیں اور اب پھر مزید توجہ دلانے کے لئے خلاصۃً درج ذیل کرتے ہیں:-

(۱) گالیاں کھا کر صبر کرنا چاہیئے۔ (۲) چاہیئے کہ بڑی نرمی اور خوش خلقی سے لوگوں پر اپنے خیالات ظاہر کئے جائیں۔ (۳) بہ نسبت شہروں کے دیہات کے لوگوں میں سادگی بہت ہے۔ اور ہمارے دعوے سے بہت کم واقفیت رکھتے ہیں۔ اگر ان کو نرمی سے سمجھایا جائے۔ تو امید ہے۔ کہ سمجھ جائیں گے۔ (۴) جلسوں کی ضرورت نہیں۔ نہ بازاروں میں کھڑے ہو کر لیکچر دینے کی ضرورت ہے۔ کیونکہ اس طرح فتنہ پیدا ہوتا ہے۔ چاہیئے۔ کہ ایک ایک فرد سے علیحدہ علیحدہ مل کر اپنے قصے بیان کئے جائیں۔ جلسوں میں تو ہار جیت کا خیال ہو جاتا ہے (۵) چاہیئے کہ دوستانہ طور پر شریفوں سے ملاقات کرتے رہیں۔ اور رفتہ رفتہ موقعہ پا کر اپنا قصہ سنا دیا کریں بحث کا طریق اچھا نہیں۔ پس احباب کو یوم التبلیغ مناتے ہوئے ان زرین ہدایات پر پوری طرح عمل کرنا چاہیئے۔

راولپنڈی میں حضرت مولوی شیر علی صاحب کا ورود

۲۶ ستمبر بمبئی ایکسپریس پر حضرت مولوی شیر علی صاحب راولپنڈی تشریف لائے چونکہ تشریف آوری کی اطلاع بذریعہ تار مل چکی تھی۔ اس لئے احباب جماعت صبح ہی سٹیشن پر استقبال کے لئے پہنچ گئے اور پھر سارا دن احباب جماعت آپ کی گفتگو سے مستفید ہوتے رہے۔ مولانا موصوف ۲۷ کو کشمیر روانہ ہو گئے آپ ایک ماہ مقام گڑھی (کشمیر) بجالئے صحت کے لئے قیام فرمائیں گے دعا ہے اللہ تعالیٰ آپ کو صحت کاملہ و شفائے عاجلہ عطا فرمائے۔ (نامہ نگار)

جلسہ سالانہ پر نظمیں پڑھنے والوں کیلئے اعلان

جلسہ سالانہ پر نظمیں پڑھنے والوں کو ابھی سے اطلاع دی جاتی ہے۔ جو دوست جلسہ سالانہ پر اپنی نظم پڑھنا چاہیں وہ اپنی نظم دسمبر کے پہلے ہفتہ میں میرے پاس بھیجدیں۔ نظم دیکھنے کے بعد اطلاع دی جائے گی۔ کہ اس کے لئے وقت نکل سکتا ہے۔ یا نہیں۔ جلسہ سالانہ کے موقعہ پر اگر کسی نے اپنی نظم پڑھنے کے لئے کہا۔ تو قطعاً موقعہ نہیں دیا جائے گا۔

ناظر دعوت و تبلیغ۔ قادیان

ملک عبد الرحمٰن صاحب خادم کے چھوٹے بھائی کا انتقال

ملک عبد الرحمٰن صاحب خادم بی اے کے خط سے یہ معلوم کر کے بہت ہی رنج و افسوس ہوا۔ کہ ان کا چھوٹا بھائی عزیز فضل الرحمٰن ۲۵ ستمبر ۱۶½ سال کی عمر میں فوت ہو گیا۔ انا للہ وانا الیہ راجعون۔ مرحوم اس چھوٹی سی عمر میں ہی نہایت جوشیلا اور سرگرم مبلغ تھا۔ نہایت ہی ہونہار اور غیر معمولی دل و دماغ کا بچہ تھا۔

بسم اللہ الرحمٰن الرحیم
الفضل
نمبر ۴۲ | قادیان دارالامان مورخہ ۱۲ جمادی الثانی ۱۳۵۲ھ | جلد ۲۱

ہندوؤں کی موقع شناسی

ہندوؤں کی نئی سرگرمیاں اور مسلمان

ہندوؤں کا ایک خاص وصف

ہندوؤں میں موقعہ شناسی کا ایک ایسا وصف ہے جس کی وجہ وہ ان ہزارہا انقلابات کے مقابلہ میں اپنی ہستی کو کسی نہ کسی رنگ میں قائم رکھنے میں کامیاب ہوتے چلے آرہے ہیں۔ جو ہندوستان کی سرزمین میں آئے۔ ان کی بجائے اگر کسی اور قوم کو اس قدر انقلابات کا سامنا کرنا پڑتا۔ تو وہ کبھی کی صفحۂ ہستی سے مٹ چکی ہوتی۔ اور اس کا نام ونشان بھی نظر نہ آتا۔ لیکن ہندوؤں کی موقعہ شناسی نے ہر موقعہ پر ان کی ایک حد تک حفاظت کی۔ اور ہر قسم کے حالات کو برداشت کرتے ہوئے وہ آج بھی ہندوستان کی سب سے اہم قوم اور سب سے بڑی اکثریت کے مالک بنے ہوئے ہیں۔ انہوں نے ہر موقعہ پر ہر طاقت کا مقابلہ کیا۔ اور ہر رنگ میں مقابلہ کیا۔ لیکن جب دیکھا۔ کہ اس میں کامیابی ناممکن ہے۔ تو وہ جھک گئے اور اپنے اندر ایسا تغیر کر لیا۔ کہ مخالف طاقت کے ساتھ شیروشکر بن گئے۔ اور پھر مقابلہ کرنے کی طاقت اور قوت حاصل کرنی شروع کر دی۔

ہندو اور انگریزی حکومت

ہندوؤں کی گزشتہ تاریخ جہاں اس قسم کی مثالوں سے لبریز نظر آتی ہے۔ وہاں اب بھی ان میں یہ بات پائی جاتی ہے انگریزی حکومت کے ہندوستان میں قائم ہونے کے وقت ہندوؤں نے جب دیکھا۔ کہ وہ اس کا بزور مقابلہ کرنے کی طاقت نہیں رکھتے۔ تو انہوں نے اسے ہر رنگ میں اپنی وفاداری اور خدمت گزاری کا یقین دلانے کی کوشش شروع کر دی۔ اور اس کے ساتھ ہی اس بات میں مصروف ہو گئے۔ کہ اپنے آپ کو مضبوط اور طاقتور بنانے کے لئے حکومت کے ذرائع سے کام لیں۔ یعنی سرکاری محکموں پر چھا جائیں ؂

حکومت انگریزی کو درہم برہم کرنے کی کوششیں

آخر جب انہوں نے دیکھا۔ کہ ان میں گو بزور مقابلہ کرنے کی طاقت نہیں۔ لیکن چونکہ حکومت کے تمام اداروں پر انہیں قبضہ و تصرف حاصل ہو چکا ہے۔ اس لئے نظام حکومت میں کامیابی کے ساتھ مزاحمت پیدا کر سکیں گے۔ تو وہ اس رنگ میں مقابلہ کرنے کے لئے کھڑے ہو گئے۔ اور نہایت زور شور کے ساتھ عدم تعاون اور سول نافرمانی کی تحریکات شروع کر دیں۔ اس سے ان کی غرض یہ تھی۔ کہ حکومت کو بے دست وپا اور مفلوج کر کے عنان حکومت اپنے ہاتھ میں لے لیں۔ چنانچہ انہوں نے کہہ بھی دیا۔ کہ وہ سوراجیہ اور مکمل آزادی حاصل کرنے کے لئے یہ سب کچھ کر رہے ہیں۔ اور جب تک یہ مقصد حاصل نہ ہو۔ وہ دم نہ لیں گے۔ اس کے لئے جو کچھ بھی وہ کر سکتے تھے۔ انہوں نے کیا۔ عام سرکاری ملازمتوں کے علاوہ فوج اور پولیس کے ملازموں کے متعلق بھی انہوں نے کوشش کی۔ کہ وہ ملازمتیں چھوڑ دیں۔ اور کوئی ہندوستانی فوج اور پولیس میں ملازم نہ ہو۔ سرکاری عدالتوں کا بائیکاٹ کرنے سکولوں اور کالجوں میں تعلیم پانے سے روکنے اور سرکاری محاصل ادا نہ کرنے کی تحریکیں جاری کی گئیں۔ انگریزوں سے تجارتی تعلقات منقطع کر لینے۔ اور ان کی ساختہ اشیاء کا بائیکاٹ کر دینے پر پورا زور صرف کیا گیا۔ قوانین حکومت کی خلاف ورزی کر کے نظام حکومت کو درہم برہم کرنے کی انتہائی کوشش کی گئی۔ غرض ہر رنگ۔ اور ہر طریق سے حکومت کو الٹ دینے کے لئے زور لگایا گیا۔ اور اس بارے میں کوشش اور سعی کا کوئی دقیقہ فروگذاشت نہ کیا گیا۔ اس طرح جہاں ہندوستان کو خطرناک مصائب وآلام میں مبتلا کر دیا گیا۔ ملک کے امن میں خلل ڈال دیا گیا۔ ہزاروں گھرانوں کو تباہ کر دیا گیا۔ وہاں حکومت کو بھی سخت مشکلات میں ڈال دیا گیا۔ حتیٰ کہ بعض اوقات یہ شبہ پیدا ہونے لگ گیا۔ کہ حکومت سخت خطرہ میں پڑ گئی ہے۔ اور ذمہ وار اعلیٰ حکام جھکنے پر مجبور ہو رہے ہیں ؂

مسلمانوں کی ہندوؤں سے علیحدگی

ان سخت خطرناک حالات میں مسلمانوں نے ان ترغیبات اور تحریصات کی کوئی پرواہ نہ کرتے ہوئے جو ہندوؤں نے پیش کیں۔ قیام امن کی خاطر جو کوششیں کیں۔ اور جس پامردی کے ساتھ نظام حکومت کے خلاف تحریکات سے نہ صرف بحیثیت مجموعی علیحدگی اختیار کی۔ بلکہ ان کو ناکام بنانے کے لئے جدوجہد کی۔ وہ اس اڑے وقت میں نہایت مفید ثابت ہوئی۔ اور حکومت کو اس سے بہت بڑی تقویت حاصل ہوئی۔ اگرچہ بعض اوقات حکومت سے بعض ایسی غلطیاں بھی سرزد ہوئیں۔ جو مخالفانہ تحریکات کو فروغ دینے کا باعث بن سکیں۔ تاہم اس کے عزم واستقلال کا یہ نتیجہ ہوا۔ کہ ہندوؤں نے جو خلاف امن اور خلاف قانون تحریکات وبا کی طرح پھیلا دی تھیں۔ ان کا زور ٹوٹنا شروع ہو گیا۔ اور اب یہاں تک نوبت پہنچ چکی ہے کہ وہ ان فتنہ انگیز اور امن شکن سرگرمیوں سے دست بردار ہونے کے لئے مجبور ہو چکے ہیں ؂

حکومت کے مقابلہ میں ہندوؤں کو شکست

حکومت کے خلاف سرگرمیوں کے سب سے بڑے لیڈر گاندھی جی نے جس شکست خوردہ طریق سے بار بار وائسرائے سے مصالحت کی گفتگو کرنے کی درخواستیں کیں۔ وہ اس بات کا ثبوت ہے کہ ان پر اپنی ناکامی بالکل واضح ہو چکی ہے۔ اور اب سیاسیات سے کلیۃً علیحدگی اختیار کر کے انہوں نے گویا حکومت کے آگے بلا شرط ہتھیار ڈال دیئے ہیں۔ کانگرس کا زور شور بھی ختم ہو چکا ہے۔ اس کی ہر قسم کی سرگرمیاں بند ہو چکی ہیں۔ اور کھلے طور پر اعتراف کیا جا رہا ہے۔ کہ حکومت کے خلاف تمام تحریکات بالکل ناکام ہو چکی ہیں ؂

ہندو تعاون کی طرف جھک رہے ہیں

ان حالات میں ضروری تھا۔ کہ ہندو اپنی آبائی خصلت کا اظہار کرتے۔ اور مکمل آزادی حاصل کرنے کے دعاوی کو پس پشت ڈال کر اور ان سے متعلق خلاف امن وخلاف قانون کارروائیوں سے دست بردار ہو کر ایسا پلٹا کھاتے۔ کہ اپنے آپ کو حکومت کے قدموں میں ڈال دیتے۔ اسی حکومت کے قدموں میں جسے اپنے سب سے بڑے لیڈر گاندھی جی کی تلقین سے "شیطانی حکومت" قرار دیتے۔ اور جس کے قوانین کی پابندی "پاپ" سمجھتے ہیں۔ چنانچہ وہ اپنا رخ اس طرف پھیر رہے ہیں۔ اور "پرتاپ" (۲۷ اکتوبر) نے یہ اعلان کر دیا ہے۔ کہ

"ہندو انگریز کے ساتھ تعاون کی طرف جھک رہے ہیں"۔

اس بارے میں یہ معلوم ہونا دلچسپی کا موجب ہوگا۔ کہ "پرتاپ" وہ اخبار ہے۔ جو باوجود اس بات کا اعتراف کرنے کے کہ سول نافرمانی

کی تحریک کلیتہً فیل ہو چکی ہے۔ حکومت اسے کسی نہ کسی طرح کمزور کرنے میں کامیاب ہو گئی ہے۔" (پرتاپ ۲۹ ستمبر) اور اس میں قطعاً کوئی ایسی طاقت باقی نہیں رہی۔ جو حکومت پر کسی قسم کا اثر ڈال سکے۔ ابھی تک اس بات پر زور دے رہا ہے۔ کہ حکومت کے ساتھ مصالحت نہیں کرنی چاہیئے۔ بلکہ مقابلہ کی یہ صورت اختیار کر لینی چاہیئے۔ کہ

"وہ طریقے اختیار کئے جائیں۔ جنہیں آئینی کا نام دیا جاتا ہے لیکن ذہنیت عدم تعاون کی رہنی چاہیئے۔ ہر ایسی بات کی۔ جو ہمارے مفاد کے خلاف ہو۔ زبردست مزاحمت ہونی چاہیئے۔ تعاون کی ذہنیت کی گورنمنٹ نے کوئی قدر نہیں کی۔ اور اب وہ اس بات کی مستحق نہیں رہی۔ کہ اسے تعاون دیا جائے۔"

(پرتاپ ۲۹ ستمبر)

اس کی طرف سے اس بات کا اعلان کہ "ہندو انگریز کے ساتھ تعاون کی طرف جھک رہے ہیں" خاص معنی رکھتا ہے۔ اور اس امر کا پتہ دیتا ہے۔ کہ ہندوؤں نے چونکہ حکومت کے ساتھ انتہائی مقابلہ کرنے کے بعد دیکھ لیا ہے۔ کہ سوائے ناکامی کے کچھ ہاتھ نہیں آسکتا۔ اس لئے اب پھر وہ اسی طرح اس کے آگے جھک رہے ہیں۔ جس طرح ہر ناکامی اور شکست کے وقت جھکنا ان کی فطرت میں داخل ہے۔ اور اس طرح چاہتے ہیں۔ کہ اپنے آپ کو مضبوط اور طاقتور بنا کر جب موقعہ دیکھیں۔ مقابلہ کے لئے پھر کھڑے ہو جائیں۔

مزید طاقت حاصل کرنے کا ڈھنگ

ادھر سے ہندو اخبارات تو اس کا اظہار بھی کر رہے ہیں۔ چنانچہ "ملاپ" (۱۷ ستمبر) ہندوؤں کو مخاطب کر کے لکھتا ہے:۔

"آزادی تو ملتی ملے گی۔ اس دیوی کا مندر کب نظر آئیگا ابھی کچھ پتہ نہیں۔ آزادی کا کوئی بھی پجاری ایک لمحہ کے لئے نراش (ناامید) ہو کر بیٹھ نہیں سکتا۔ لیکن آزادی کے یاتریوں کے لئے بھی یہ ضروری ہے۔ کہ وہ سفر کو کامیابی سے طے کرنے کے لئے اپنی صحت۔ اپنی تندرستی۔ اور طاقت کا پورا خیال رکھیں اور اگلے سفر کے لئے تیار ہوتے۔ سستانے اور تازہ دم ہونے کے لئے کچھ دیر کے لئے سفر ملتوی کر دیں۔"

حکومت سے تعاون کی غرض

ان الفاظ سے ظاہر ہے۔ کہ ہندو حکومت کے مقابلہ میں شکست کھانے کے بعد اپنی سرگرمیوں کو طاقتور اور مضبوط بننے کی طرف پھیر رہے ہیں۔ اور علی الاعلان کہہ رہے ہیں۔ کہ اس سے ان کی غرض یہ ہے۔ کہ پھر جب وہ آزادی حاصل کرنے کے لئے سفر اختیار کریں یعنی حکومت کے خلاف جنگ شروع کریں۔ تو اس میں کامیاب ہو سکیں۔ اس کے لئے وہ جہاں دوسرے ذرائع سے کام لیں گے۔ وہاں حکومت کے ساتھ اپنے دوستانہ تعلقات پیدا کرنے کی بھی پوری کوشش کریں گے۔ یہی وجہ ہے۔ کہ وہ انگریز کے ساتھ تعاون کی طرف جھک رہے ہیں۔ کیونکہ وہ جانتے ہیں۔ اور جانتے کیا ہیں۔ انہیں سابقہ تجربہ بتا چکا ہے۔ کہ طاقت اور قوت حاصل کرنے کا یہی ذریعہ ہے کہ حکومت کے اداروں پر قبضہ جما لیں۔ اور یہ اس وقت تک ممکن نہیں۔ جب تک انگریزوں کے لئے اپنے تعاون کا پورا پورا ثبوت پیش نہ کریں۔

یہ الگ بات ہے۔ کہ وہ حکومت اب کیا طریق عمل اختیار کرتی ہے۔ جسے ہندوستان کی دوسری اقوام کے حقوق کو نظر انداز کر کے ہندوؤں کو سرکاری محکموں میں قبضہ و اقتدار دے دینے کا نہایت تلخ تجربہ ہو چکا ہے۔ اور جو دیکھ چکی ہے۔ کہ ہندوؤں کو جتنی زیادہ قوت اس کے ذریعہ حاصل ہوئی۔ وہ اسی قدر زیادہ اس کے لئے مشکلات کا موجب بنے۔ لیکن ہندو حکومت کو اپنی خیر خواہی کا یقین دلانے میں سعی اور کوشش کا کوئی دقیقہ فروگذاشت نہ کریں گے۔ کیونکہ انہیں اپنے آپ کو حالات کے مطابق بنانے۔ اور جیسا موقعہ ہو۔ اس کے مناسب اپنے آپ کو ڈھال لینے میں کمال حاصل ہے۔ اور وہ اس کمال کی طرف متوجہ ہو رہے ہیں۔

اچھوت ادھار اور ہندو

فی الحال وہ طاقتور بننے۔ اور اگلے سفر کے لئے تیار ہونے کے لئے دو باتوں پر زور دے رہے ہیں۔ ان میں سے ایک تو "اچھوت ادھار یا چھوت چھات کا کلیتہً خاتمہ" ہے۔ اور دوسری "اپنی اقتصادی اور مالی حالت" کو مضبوط بنانا ہے۔ یہ دونوں باتیں ایسی ہیں۔ جن میں ہندوستان کی دوسری اقلیتوں اور خاصکر مسلمانوں کی تباہی کا خطرہ پنہاں ہے۔ ہندوؤں نے اچھوت ادھار کی تحریک پر اس لئے زور دینا شروع نہیں کیا۔ کہ اچھوتوں کی اس تباہی و بربادی نے جس کے خود ہندو ہی موجب ہیں۔ ان کے دل پر کوئی اثر کیا ہے۔ اور وہ ان کو انسانیت کے غصب شدہ حقوق دینے کی خواہش رکھتے ہیں۔ بلکہ اس کی وجہ محض یہ ہے۔ کہ ہندوؤں نے دیکھ لیا ہے۔ مسلمان ان کی خلاف امن اور خلاف قانون سرگرمیوں میں ان کا ساتھ دینے کے لئے تیار نہیں ہو سکتے۔ اور "سول نافرمانی کی تحریک اس وقت تک چل نہیں سکتی۔ جب تک نئے رنگروٹ ہر وقت بھرتی کے لئے تیار نہ ہوں" (پرتاپ ۲۹ ستمبر)۔ اس بات کے لئے وہ چاہتے ہیں۔ کہ اچھوتوں کو اپنے دام میں پھنسا لیں اور اپنے مقاصد حاصل کرنے کے لئے انہیں آلۂ کار بنائیں۔

اچھوت ادھار اور گاندھی جی

اگر یہ وجہ نہیں۔ تو بتایا جائے۔ گاندھی جی نے اس وقت سے قبل اچھوت ادھار پر کبھی زور دیا۔ کبھی ان کے نام سے فاقہ کشی اختیار کی۔ کبھی ان کے "ادھار" کو اپنی زندگی کا مقصد قرار دیا جبکہ مکمل آزادی حاصل کرنے کی جدوجہد میں انہیں ناکامی کا منہ دیکھنا پڑا گول میز کانفرنس میں شریک ہونے پر جب ایک طرف انہوں نے دیکھا۔ کہ مسلمان ان کے پھندے میں پھنسنے کے لئے تیار نہیں۔ اور دوسری طرف اچھوت اپنے وہ حقوق حاصل کرنے پر مصر ہیں۔ جو ہندوؤں نے غصب کر رکھے ہیں۔ تو ان کی آنکھیں کھلیں۔ اور اس کے بعد انہوں نے اچھوتوں کو اپنی توجہ کا مرکز بنانے کی ضرورت محسوس کی۔ اس کے بعد ہی انہوں نے اچھوت ادھار کی تحریک کو اپنی زندگی کا مقصد قرار دیا۔ اور مختلف ڈھنگوں سے اسے اہمیت دینی شروع کر دی۔ حتیٰ کہ اب انہوں نے کلیتہً اس کام کے لئے اپنے آپ کو وقف کر دیا۔ اگر گاندھی جی یہ سمجھتے۔ کہ اچھوتوں کو اپنے ساتھ ملائے بغیر وہ سوراجیہ حاصل کر سکتے ہیں۔ تو کبھی ان کا نام بھی نہ لیتے۔ جیسا کہ سوراجیہ حاصل کرنے کی مہم شروع کرتے ہوئے اور کئی سال تک اسے جاری رکھتے ہوئے انہوں نے کبھی اچھوتوں کا ذکر نہ کیا۔ اب انہوں نے سیاسیات سے بالکل علیحدگی اختیار کر کے اچھوت ادھار کو جو اپنی زندگی کا مقصد قرار دے لیا ہے۔ تو اسی لئے کہ وہ سمجھتے ہیں۔ اچھوتوں کو اپنا آلۂ کار بنائے بغیر وہ مکمل آزادی حاصل نہیں کر سکتے۔

اچھوتوں کی اصلاح اور مسلمان

اب اگر گاندھی جی کو اچھوتوں پر قبضہ جما لینے میں کامیابی حاصل ہو گئی۔ اور ہندوؤں کی بزبان "ملاپ" یہ توقع پوری ہو گئی کہ "چھوت چھات کے خاتمہ کے لئے مہاتما گاندھی کا کم از کم ایک برس کے لئے اپنے آپ کو وقف کر دینا ایک مبارک فیصلہ ہے اور یقین رکھنا چاہیئے۔ کہ چھوت چھات کے خلاف ان کا ایک سالہ جہاد میدان کو کافی حد تک صاف کر دیگا۔" تو مسلمانوں کو سمجھ لینا چاہیئے۔ کہ ان کے متعلق ہندوؤں کا رویہ کس درجہ خطرناک اور تباہ کن صورت اختیار کر لیگا۔ ہندوؤں نے جب مسلمانوں کی امداد کے محتاج ہوتے ہوئے کسی موقعہ پر ان سے انصاف اور رواداری کا سلوک کرنے کی کبھی ضرورت محسوس نہیں کی۔ تو از سر نو قوت حاصل کر لینے۔ اور کئی کروڑ اچھوتوں کو استعمال کرنے کا موقعہ پا لینے پر وہ جو کچھ کریں گے ظاہر ہے۔ ان حالات میں نہایت ضروری ہے۔ کہ مسلمان اچھوت اقوام کی ترقی و اصلاح کی اہمیت محسوس کریں۔ اور انہیں ہندوؤں کے قبضہ میں جانے سے بچانے کے لئے نہایت سرگرمی سے کام لیں۔

مسلمان اقتصادی حالت کو بہتر بنائیں

اسی طرح اقتصادی حالت کو بہتر بنانے کا مطلب ہندوؤں کے نزدیک یہی ہے۔ کہ وہ ملک کی تمام دولت اور آمدنی کے تمام ذرائع پر خود قابض ہو جائیں۔ یہ بات ایک بڑی حد تک انہیں پہلے ہی حاصل ہے۔ اور اس بارے میں انہیں بہت کچھ آسانیاں و سہولتیں میسر ہیں۔ اس موقعہ پر اگر اقلیتوں اور خصوصاً مسلمانوں نے اپنی اقتصادی حالت بہتر بنانے کی کوشش نہ کی۔ اور پہلے کی طرح ہی غفلت اور سستی میں پڑے رہے۔ تو اس کا لازمی نتیجہ یہ ہوگا۔ کہ ہندو ایک قلیل عرصہ میں انہیں نان شبینہ تک کا محتاج بنا دینگے۔ اور یہی بات انہیں مد نظر بھی ہے۔ وہ چاہتے ہیں۔ کہ مسلمانوں کو اس درجہ غربت

تعلق باللہ و شفقت علیٰ خلق اللہ کی لطیف تشریح

عام مصیبت کے وقت عام ہمدردی ضروری ہوتی ہے

از حضرت خلیفۃ المسیح الثانی ایدہ اللہ تعالےٰ بنصرہ العزیز

فرمودہ ۲۹ ستمبر ۱۹۳۳ء

سورۃ فاتحہ کی تلاوت کے بعد فرمایا۔

اللہ تعالےٰ نے جہاں انسان کو اس غرض کے لئے پیدا کیا ہے۔ کہ وہ

صفاتِ الٰہیہ کا مظہر

ہو۔ وہاں اس مقصد کے حصول کے لئے اس نے کچھ ذرائع بھی مقرر کر دیئے ہیں۔ کچھ تو ایسے ذرائع ہیں۔ جو انسان کی نگاہ کو خالص اللہ تعالےٰ ہی کے لئے کر دیتے ہیں۔ جیسا کہ نماز ہے۔ روزہ ہے۔ اور کچھ ایسے ہیں۔ جو اس کی توجہ کو بندوں کی طرف پھیر دیتے ہیں۔ کیونکہ اللہ تعالےٰ کی

دو قسم کی جلوہ گریاں

ہیں۔ اس کی ایک صفات تنزیہی کہلاتی ہیں۔ جو اس کو منزّہ اور پاک ٹھہراتی ہیں۔ ان تمام قسم کی کثافتوں سے جو مادیات میں پائی جاتی ہیں۔ مخلوقات میں نظر آتی ہیں۔ اور ایک ایسا جلوہ ہے جسے وہ تنزل اختیار کر کے ظاہر کرتا ہے۔ یہ صفات اس کی

صفاتِ تشبیہہ

کہلاتی ہیں۔ یعنی ایسی صفات جو مخلوقات کی صفات سے مشابہ نظر آتی ہیں۔ گویا اس کے یہ جلوے اس کی مخلوق کے ذریعہ نظر آتے ہیں۔ دنیا کا ذرہ ذرہ قطع نظر اس سے کہ برا ہو یا اچھا۔ قطع نظر اس سے کہ نجس ہو۔ یا پاک قطع نظر اس سے کہ سکھ دینے والا ہو یا دکھ دینے والا قطع نظر اس سے کہ غضب ظاہر کرنے والا ہو یا محبت ظاہر کرنے والا۔ اس میں

اللہ تعالےٰ کا جلوہ

نظر آتا ہے۔ اور ہر دیکھنے والے کو نظر آتا ہے۔

پس جہاں اس نے اپنی صفات تنزیہہ کے سمجھنے کے لئے ایسی عبادتیں مقرر کی ہیں۔ جو مخلوقات کی طرف سے انسان کو لاپرواہ کر کے اس کی نظر کو

آسمان کی طرف بلند

کر دیتی ہیں۔ جیسا کہ نماز ہے۔ روزہ ہے۔ حج ہے۔ وہاں اس نے اپنی صفات تشبیہہ دکھانے کے لئے اور اپنی

صورت تنزلیہ

کو ظاہر کرنے کے لئے کچھ ایسے احکام بھی دیئے ہیں۔ جن میں

انسان کی نظر بندوں کی طرف

جاتی ہے۔ تب وہ اللہ تعالےٰ کی ان صفات کو دیکھتا ہے۔ جو اس کے بندوں کے ذریعہ ظاہر ہوا کرتی ہیں۔ اور یہی صورت مکمل ہوتی ہے۔ ورنہ ان میں سے کوئی ایک پہلو اپنی علیحدہ صورت میں مکمل نہیں کہلا سکتا۔ جو لوگ صفات تشبیہہ دیکھنے کے عادی ہوتے ہیں۔ صفات تنزیہہ کو نہیں دیکھتے۔ یا انہیں نہیں جانتے۔ وہ لوگ غلطی سے

وحدت الوجود کے مرض میں مبتلا

ہو جاتے ہیں۔ ہمہ اوستی کہلانے لگ جاتے ہیں۔ وہ پیالے کے اندر کے شربت کو تو بھول جاتے ہیں۔ مگر پیالے کو حقیقی مقصود قرار دے لیتے ہیں۔ لیکن وہ لوگ جو صفات تشبیہہ سے نظر ہٹا لیتے ہیں۔ اور صفات تنزیہہ کی طرف نظر رکھتے ہیں۔ وہ بھی دھوکا میں پڑ جاتے ہیں۔ اور اللہ تعالےٰ کو ایسا محدود قرار دینے لگ جاتے ہیں جس سے خدا کی خدائی ہی باطل ہو جاتی ہے۔ ایک علیحدہ عرش پر بیٹھے ہوئے

دنیا و مافیہا سے الگ تھلگ

خدا کو ایسی محدود صورت میں پیش کرتے ہیں۔ جس کو قبول کرنے کے لئے انسانی عقل تیار نہیں ہو سکتی۔ ایسے لوگ آہستہ آہستہ

دعا کی قبولیت کا انکار

کر دیتے ہیں۔ اور کہتے ہیں۔ ایک قانون ہے۔ جو خدا نے جاری کر دیا اس کے مطابق چاہے کوئی مرے یا جیئے۔ دعا اس میں کچھ نہیں کر سکتی۔ اور کچھ ایسے لوگ ہوتے ہیں۔ جو کہتے ہیں۔ کہ قانون کیا؟ ایسی

منزہ ہستی

کو قانون جاری کرنے کی کیا ضرورت ہے۔ بندے آپ ہی آپ پیدا ہوئے اور آپ ہی آپ ایک وقت مقررہ کے بعد دنیا سے چلے جاتے ہیں۔ خدا کو دنیا سے کیا واسطہ۔ اسی قسم کے خیالات ترقی کرتے کرتے بعض لوگوں کو وساوس کی دنیا میں ڈال کر آخر دہریہ بنا دیتے ہیں۔ مگر

کامل مذہب

وہی ہے۔ جو خدا تعالےٰ کی ان دونوں قسم کی صفات کو پیش کرتا ہے وہ ایک طرف تو خدا تعالےٰ کی شان کو ایسی منزہ صورت میں پیش کرتا ہے۔ کہ مخلوق کی عادات اطوار اور شمائل کو خدا تعالےٰ سے علیحدہ ثابت کرتا ہے۔ اور دوسری طرف اس کے چہرے کو دنیا کے ذرہ ذرہ میں اس طرح دکھا دیتا ہے۔ کہ ہر سمجھدار انسان کو یہ یقین ہو جاتا ہے۔ کہ باوجود ایسی منزہ شان رکھنے کے وہ دنیا سے غافل نہیں بلکہ دنیا کا ہر ذرہ اس کی شان کو ظاہر کر رہا ہے یہی کیفیت جب بعض لوگوں کے قلوب پر ایک خاص اثر پیدا کرتی ہے تو وہ خاص خاص کیفیات کے ماتحت اپنے اندر ایک خاص قسم کے

روحانی جذبات

پیدا ہوتے محسوس کرتے ہیں۔ جنہیں لوگ خدا کو دیکھنے یا خدا کی جلوہ گری کے دیکھنے سے موسوم کیا کرتے ہیں۔

حضرت نظام الدین صاحب اولیاء

جو کہ دہلی کے بہت بڑے بزرگ گزرے ہیں۔ اور نظامیہ سلسلہ ان کے نام پر جاری ہے حضرت معین الدین صاحب چشتی کے خلفاء میں سے تھے۔ بیان کیا جاتا ہے۔ کہ ایک دن وہ بازار میں سے گزر رہے تھے۔ بہت سے شاگرد ان کے ساتھ تھے۔ انہوں نے راستہ میں

ایک خوبصورت بچہ

دیکھا۔ اور بڑھ کر اسے پیار کیا۔ شاگردوں نے بھی بڑھ بڑھ کے اسے پیار کرنا شروع کر دیا۔ اور یہ خیال کیا۔ کہ چونکہ ہمارے پیر نے ایسا کیا ہے۔ اس لئے اس میں کوئی نہ کوئی حکمت ضرور ہوگی۔ مگر ان کے ایک

مقرب شاگرد

جو دوسرے تمام شاگردوں سے ممتاز سمجھے جاتے تھے۔ انہوں نے اس موقعہ پر بچہ کو پیار نہ کیا۔ بلکہ خموش کھڑے رہے۔ بعض تنگ نظروں نے انہیں حقارت کی نگاہ سے دیکھا۔ اور کہا ایسا مقرب شاگرد ہو کر پیر کی متابعت نہیں کرتا۔ حضرت نظام الدین صاحب آگے بڑھے۔ تو راستہ میں ایک بھڑبونجے کی بھٹی نظر آئی۔ آگ جل رہی تھی۔ چونکہ بھڑبونجے لکڑیاں نہیں جلاتے۔ بلکہ پتے وغیرہ جمع کر لیتے ہیں۔ اور انہی سے بھٹی میں آگ روشن کرتے ہیں۔ اس لئے بڑے بڑے شعلے نکلتے ہیں۔ انہوں نے جونہی آگ کے شعلوں کو دیکھا۔ نہایت اطمینان سے جھکے۔ اور آگ کے شعلہ کو بوسہ دیا۔ تب باقی شاگرد تو پیچھے ہٹ گئے۔ مگر وہ جس نے بچہ کو بوسہ نہ دیا تھا۔ آگے بڑھا۔ اور اس نے بھی آگ کو بوسہ دیا۔ اور اپنے ساتھیوں سے کہا۔ اب کیوں اسے بوسہ نہیں دیتے پھر ان سے کہنے لگا۔ اے نادانو! کیا تم نے یہ سمجھا تھا۔ کہ انہوں نے بچے کو بوسہ دیا۔ حضرت نظام الدین صاحب کو اس

بچہ میں خدا کا جلوہ

نظر آیا۔ اور وہ اس وقت ایسی محویت میں تھے۔ کہ انہوں نے بوسہ دیا۔ مگر بچے کو نہیں۔ بلکہ انہوں نے

خدا کی صنعت کو بوسہ

دیا۔ مجھے اس میں خدا کی صنعت نظر نہ آئی۔ میں نے اسے صرف بچہ ہی سمجھا۔ اس لئے بوسہ نہ دیا۔ پھر یہاں آ کر انہوں نے

آگ میں خدا کی جلوہ گری

دیکھی۔ جو مجھے بھی نظر آ گئی۔ اور میں نے اسے بوسہ دیا۔ پس دونوں جگہ خدا کی جلوہ گری تھی۔ اور وہی انسبات کی مستحق تھی۔ کہ اسے بوسہ دیا جائے۔ مگر ایک جگہ مجھے نظر نہ آئی۔ اور ایک جگہ نظر آ گئی۔ غرض ایسی کیفیات کہ ہر ذرہ میں خدا نظر آتا ہے۔ روحانی انسانوں پر وارد ہوتی رہتی ہیں۔ مگر وہ کیفیت بھی وارد ہوتی ہے۔ جبکہ دنیا کا ہر ذرہ حقیر نظر آتا ہے۔ اور ذرہ تو بہت چھوٹی چیز ہے۔

زمین و آسمان اور اس کا مجموعہ

بھی حقیر نظر آتا ہے۔ جب وہ سمجھتا ہے۔ کہ دنیا میں سوائے خدا کے کچھ نہیں۔ اور جب بجائے وجود کے عدم میں خدا نظر آنے لگتا ہے یہ خدا تعالےٰ کی

صفات تنزیہہ کا جلوہ

ہوتا ہے۔ کامل انسان کے اندر یہ دونوں چیزیں پائی جاتی ہیں۔ اگر وہ ایک قسم کی چیزیں دیکھے۔ اور دوسری قسم کی چیزوں کو نہ دیکھے تو اس کے معنی یہ ہوں گے۔ کہ وہ کسی ابتلاء میں ڈالا گیا ہے۔ ورنہ جس شخص کو خدا تعالےٰ اپنا حقیقی قرب عطا کرتا ہے۔ اسے دونوں لحاظ سے کمال دیتا ہے۔ اسی لئے اللہ تعالےٰ نے جہاں نماز روزہ اور حج کی عبادت مقرر کی ہے۔ وہاں اس نے زکوٰۃ صدقات اور بنی نوع انسان سے شفقت و محبت کے ساتھ پیش آنے کا بھی حکم دیا ہے۔ ان احکام کی غرض یہ ہے۔ کہ جب انسان یہ کام کریگا اور خدا کے لئے کرے گا۔ تو

خدا کا نور

اسے ان چیزوں میں بھی نظر آنے لگے گا۔ وہ شخص جو خدا کو ایک بادشاہ کی بادشاہت میں دیکھتا ہے۔ جب وہ ایک فقیر کو دیکھے گا تو اس کی کمزور حالت میں بھی اسے خدا کا جلوہ نظر آ جائے گا۔ گویا ایک بادشاہ کی بادشاہت میں ہی اسے خدا کا جلوہ نظر نہیں آتا۔ بلکہ فقیر کی فقیری میں بھی نظر آتا ہے۔ تندرست کی تندرستی میں ہی اسے خدا کا جلوہ دکھائی نہیں دیتا۔ بلکہ بیمار کی بیماری اور ضعیف کی ضعیفی میں بھی نظر آتا ہے۔ تب اس کے لئے

خدا کی ایک مکمل صورت

پیدا ہو جاتی ہے۔ اور مکمل صورت ہی محبت کرنے کے قابل ہوتی ہے انہی احکام کے ماتحت صوفیاء نے

اسلام کا خلاصہ

یہ بیان کیا ہے۔ کہ اللہ تعالےٰ سے محبت اور بنی نوع انسان سے شفقت۔ جس کا مطلب یہ ہے۔ کہ اللہ تعالےٰ سے تعلق صفات تنزیہہ کو ظاہر کرتا ہے۔ اور بنی نوع انسان سے تعلق صفات تشبیہ کو ظاہر کرتا ہے۔ اور جب یہ دونوں کامل ہوں۔ تو خدا کی صورت نظر آ جاتی ہے۔ اسی وجہ سے اسلام نے

ہمدردی اور شفقت کی تعلیم

دنیا کو دی۔ ہزارہا احکام رسول کریم صلے اللہ علیہ وآلہٖ وسلم کے ایسے ملتے ہیں۔ جو بظاہر تمدنی احکام نظر آتے ہیں۔ مگر ان میں شفقت علی الناس پائی جاتی ہے۔ کتنی چھوٹی چھوٹی باتوں کا رسول کریم صلی اللہ علیہ وآلہٖ وسلم نے خیال رکھا۔ آپ نے فرمایا۔ راستوں میں ننگے پاؤں نہ پھرو۔ کانٹے اور پتھر وغیرہ تکلیف دینے والی چیزیں راستہ میں ہوں تو انہیں ہٹا دو۔ بیکس کی مدد کرو۔ یہاں تک کہ اگر تم سوار ہو کر کہیں جا رہے ہو۔ اور ایک تھکی ماندی غیر محرم عورت کو اپنے پیچھے بٹھا کر اسے منزل مقصود پر پہنچا دو۔ تو یہ تمہارے لئے ثواب کا موجب ہوگا پھر ایک لقمہ بھی جو اپنی بیوی کے مونہہ میں ڈالتے ہو۔ یہ ایک نیکی ہے جس کا تمہیں ثواب ملے گا۔ اسی طرح فرمایا۔ جب کسی دوست سے ملو۔ تو خوشی اور بشاشت سے ملو۔ جب کوئی شخص ظلم کرتا ہو۔ تو اسے ظلم سے روکو۔ مصیبت زدہ کو دیکھو۔ تو حتی المقدور اس سے ہمدردی کرو۔ ہمسائے کا خیال رکھو۔ اس طرح باتیں نہ کرو۔ کہ لوگوں کو تمہاری آواز بری معلوم ہو۔ حتیٰ کہ

احساسات کا خیال

اس قدر رکھا۔ کہ فرمایا۔ جب مجلس لگی ہو۔ تو دو آدمی ایک دوسرے سے کانوں میں باتیں نہ کریں۔ شائد کسی کو خیال گزرے۔ کہ وہ اسی کے متعلق باتیں کر رہے ہیں۔ مسجدوں میں جاؤ۔ تو بودار چیزیں کھا کر نہ جاؤ۔ دیکھو کس طرح کان ناک آنکھ اور ہاتھ وغیرہ کا اسلام نے خیال رکھا ہے۔ گویا ہر انسانی عضو جو ہے اس کے شر سے لوگوں کو بچانے کی کوشش کی ہے۔ اور اس کے خیر سے لوگوں کو متمتع کرنے کی تلقین کی ہے۔ بظاہر یہ تمدنی احکام ہیں۔ مگر یہ

خدا تعالےٰ تک پہنچانے کے ذرائع

میں سے ایک ذریعہ ہیں ٭

انہی امور کو مدِ نظر رکھتے ہوئے میں نے دو سال ہوئے

احمدیہ کور قائم کرنے کا حکم

دیا تھا۔ مگر مجھے افسوس ہے کہ اب تک محکمہ متعلقہ نے اس حکم کی پورے طور پر تعمیل نہیں کی۔ احمدیہ کور نام کی تو بنی ہوئی ہے۔ مگر جس رنگ میں میں نے حکم دیا تھا۔ وہ ابھی پورا نہیں ہوا۔ میں نے کہا تھا۔ کہ پندرہ سال سے لے کر ۳۵ سال کی عمر تک ہر احمدی کو جبری طور پر اس کور میں بھرتی کیا جائے۔ مگر اس حکم کی تعمیل جو مجھے میں نے پچھلے دنوں دیکھی۔ وہ یہ تھی۔ کہ کل ۳۵ نوجوان کور میں موجود تھے۔ حالانکہ قادیان میں سے ہی ایک ہزار نوجوان اس عمر کے اکٹھے کئے جا سکتے تھے۔ جب محکمہ متعلقہ نے قادیان سے کل ۳۵ نوجوان جمع کئے ہیں۔ تو یقیناً باہر کی جماعتوں کا جو حال ہو سکتا ہے۔ وہ ظاہر ہے۔ بہر حال یہ نقص مجھے نظر آیا۔ اس کی طرف تو میں بعد میں توجہ کروں گا۔ مگر ایک چیز جو میرے لئے

خوشی کا موجب

ہوئی۔ وہ یہ ہے۔ کہ پریڈ دیکھنے کے معاً بعد قادیان میں ہیضہ کی شکایت پیدا ہو گئی۔ میں نے احمدیہ کور کے نوجوانوں کے متعلق حکم دیا۔ کہ ان کو اس موقعہ پر بیماروں کی خدمت اور دوسرے کاموں کے لئے بلایا جائے۔ احمدیہ کور میں گو ایسے نوجوان بھی ہیں جن کی اخلاقی حالت پر ہمیں اعتراض رہا ہے۔ اور اس کور کی ایک غرض یہ بھی ہے۔ کہ ایسے نوجوانوں کی اصلاح ہو۔ مگر جو رپورٹیں مجھے پہنچی ہیں۔ ان سے معلوم ہوتا ہے۔ کہ ان لڑکوں نے نہایت ہی محنت کے ساتھ دن رات ایک کر کے کام کیا۔ اور یہ بات ہمیں امید دلاتی ہے۔ کہ اگر احمدیہ کور کے نظام کو وسیع کیا جائے۔ تو لڑکوں کی

اخلاقی حالت کی درستی

میں بھی ہمیں بہت کچھ مدد مل سکتی ہے۔ لیکن مجھے افسوس سے کہنا پڑتا ہے۔ کہ ہیضہ کی شکایت کے موقعہ پر جو ایک عام مصیبت کا وقت تھا۔ اور صرف ہیضہ ہی نہیں۔ بلکہ ہر وبا مصیبت ہوتی ہے۔ کیونکہ کوئی پتہ نہیں ہوتا۔ اس میں کون کس وقت مبتلا ہو جائیگا

اور بعض جگہ تو ایسی شدت سے وبائیں پڑتی ہیں۔ کہ گھروں کے گھر ویران ہو جاتے ہیں۔ ایسی حالت میں لوگوں نے ان کے ساتھ جو صفائی پر مقرر تھے۔ تعاون نہیں کیا

مستقل نظام کی غرض

یہ ہوتی ہے۔ کہ جب ایک عام مشکل کا وقت آجائے۔ تو اس وقت وہ نظام کام آئے۔ ورنہ

اپنی اپنی صلیب

تو ہر شخص کو اٹھانی ہی پڑتی ہے۔ نظام کے قائم کرنے کی غرض یہ ہوتی ہے۔ کہ بغیر دیر لگنے کے کام شروع ہو جائے۔ گویا قوم تیار رہتی ہے۔ کہ کوئی مصیبت آئے۔ وہ اس کا مقابلہ کرنے کے لئے آمادہ ہے۔ مگر معلوم ہوتا ہے۔

لمبا امن

بھی انسان کو غافل کر دیتا ہے۔ جنگ سے پہلے انگریزوں کا نظام بہت مشہور تھا۔ مگر

جنگ کے ایام میں

بڑے بڑے لوگوں نے تسلیم کیا۔ کہ انگریزی جرنیلوں میں سے کوئی بھی خاص شان کا ثابت نہیں ہوا۔ یہاں تک کہ ایک بہت بڑے ہوشیار جرنیل نے جو جنگ کے دنوں میں نہایت اعلیٰ عہدے پر رہا۔ مجھ سے ذکر کیا۔ کہ کوئی ایک شخص بھی ایسا نہیں تھا۔ جس کی

قوم میں خاص عزت

ہوتی۔ اور ہم محسوس کرتے تھے۔ کہ ہماری فوج گو عام نظام کے لحاظ سے کام دے رہی ہے۔ مگر اس کی ایسی پوزیشن نہیں۔ کہ اس میں سے کوئی شخص سب پر بالا ثابت ہو سکے۔ یہ نتیجہ تھا۔ اس اطمینان کا جو انگریزی قوم میں پیدا ہو چکا تھا۔ جب تک وہ خطرات سے گھرے رہے۔ اس وقت تک ان میں ولنگٹن نپیر اور

کلائیو جیسے لوگ

پیدا ہوتے رہے۔ مگر جب اطمینان کا لمبا دور آیا۔ اور لوگ آسائش کی طرف مائل ہو گئے۔ تو انسانی فطرت جس میں اللہ تعالیٰ نے یہ مادہ رکھا ہے۔ کہ وہ زور لگانے سے ترقی کر سکتی ہے۔ کمزور ہو گئی۔ اور اس طرح قوم کی ترقی رک گئی۔ اس وقت تقریباً ہر جرنیل کے متعلق کتابیں لکھی جا رہی ہیں۔ اور ثابت کیا جا رہا ہے کہ ان میں سے کوئی بھی خاص شان کا ثابت نہیں ہوا۔

لائڈ جارج

نے لارڈ کچنر کے خلاف ایسے مضامین لکھے ہیں۔ کہ ان سے معلوم ہوتا ہے۔ کہ لارڈ کچنر جیسا جنگ سے ناواقف شخص ہی کوئی نہیں تھا۔ وہ لکھتے ہیں۔ کہ ان دنوں میں جبکہ

انگلستان کے لئے زندگی اور موت کا سوال

درپیش تھا۔ میدان جنگ سے آئے ہوئے تاروں کو لارڈ کچنر جو وزیر جنگ تھے۔ پڑھتے بھی نہ تھے۔ حتیٰ کہ جب عام لوگوں میں خبر مشہور ہو جاتی۔ تو انہیں بھی معلوم ہوتا۔ اور بعد میں پتہ لگتا کہ دفتر میں دیر سے ایسے تار پہنچ چکے ہیں۔ اب نہ معلوم ان میں مبالغہ ہے۔ زیادتی ہے۔ یا کیا ہے۔ بہرحال یہ کہنا پڑتا ہے۔ کہ لمبے امن کی وجہ سے ان کے کام میں نقائص پیدا ہوئے۔ اسی طرح شائد لمبے امن کے نتیجہ میں یا کسی اور وجہ سے میں نے دیکھا۔ کہ اس موقعہ پر فوراً ہمارے محکموں نے اپنی ذمہ داری کو محسوس نہیں کیا۔ یا شائد یہ وجہ تھی۔ کہ انہوں نے ابتدا میں خیال کیا۔ کہ ایک دو کیس ہوئے ہیں۔ خطرے کی کونسی بات ہے۔ حالانکہ اصول یہ ہے۔ کہ جس بیماری کے متعلق یہ معلوم ہو۔ کہ وہ پھیلنے والی ہے اس کا ایک کیس نہیں۔ بلکہ

آدھا کیس

بھی ہو۔ تو انتظام ضروری ہوتا ہے۔ آدھا کیس کا مطلب یہ ہے کہ اگر کوئی وبائی مرض کا مریض ایک جگہ ٹھہر کر پھر کسی دوسری جگہ روانہ ہو جائے۔ یا ایک شخص وبائی مرض میں مبتلا ہو کر اچھا ہو جائے تو اس پر بھی ذمہ دار لوگوں کو ہوشیار ہو جانا چاہئیے۔ کیونکہ یہ بیماری اپنی ذات میں ہی ایسی ہے۔ کہ خدا نے اس کو پھیلنے کے لئے بنایا ہے۔ یہی وجہ ہے۔ کہ گو عام وبائی بیماریوں سے اتنی موتیں نہیں ہوتیں۔ جتنی دوسرے امراض سے ہوتی ہیں۔ مگر وبائی امراض سے

عام گھبراہٹ اور بے چینی

پیدا ہو جاتی ہے۔ کیونکہ ان کے متعلق امکان ہوتا ہے۔ کہ یہ ملکوں کے ملکوں کا صفایا کر دیں۔

ایک دفعہ

روس میں ہیضہ

پھیلا۔ وہاں سے یورپ میں گیا۔ اور گاؤں کے گاؤں اس نے ویران کر دیئے جیسے آندھی چلتی ہے۔ اور چیزوں کو اڑائے جاتی ہے۔ اسی طرح ہیضہ پھیلا۔ اور سینکڑوں شہر اور دیہات برباد ہو گئے۔ یہی حال

طاعون اور انفلوئنزا

کا ہوتا ہے۔ جب یہ بیماریاں زور پکڑ جائیں۔ تو ان کا سنبھالنا نہایت مشکل ہوتا ہے۔ یہ بیماریاں آگ کی طرح ہوتی ہیں۔ بچے بیڑی یا سلائی جلا کر پھونک مارتے ہیں۔ تو بجھ جاتی ہے۔ لیکن جب آگ قبضہ سے باہر ہو جائے۔ تو کس طرح میلوں میل بربادی پھیلاتی چلی جاتی ہے۔ یہی حال وباؤں کا ہوتا ہے

پس

وبا کا مقابلہ

کرنے کے لئے فوراً تیار رہنا چاہیئے۔ کیونکہ خدا نے اس کے اندر یہ خاصیت رکھی ہوتی ہے۔ کہ وہ بڑھے اور پھیلے۔ مگر مجھے افسوس ہے۔ کہ فوری طور پر انتظام نہیں کیا گیا۔ اور جب انتظام کیا گیا۔ تو لوگوں نے اس کا مقابلہ کیا۔ میرے پاس رپورٹیں پہنچی ہیں۔ کہ جب کنوؤں میں دوائی ڈالنے کے لئے بعض کے گھروں پر آدمی گئے۔ تو انہوں نے دوائی ڈالنے والوں کو گالیاں دیں۔ اس ضمن میں میرے پاس ایسے ایسے اشخاص کے نام پہنچے ہیں۔ کہ میں نے پڑھ کر انگشت بدنداں ہونے کے سوا کوئی چارہ نہ دیکھا۔ ان میں تعلیم یافتہ لوگ بھی ہیں۔ اور میں سمجھ ہی نہیں سکتا۔ کہ وہ ایسی

بے وقوفی کے مرتکب

کس طرح ہوئے۔ مجھے تو یہ حالات پڑھ کر وہ قصہ یاد آجاتا رہا ہے جو کہتے ہیں۔ کہ کوئی کشمیری سخت گرمی کے دنوں میں دھوپ میں بیٹھا ہوا تھا۔ ایک شخص پاس سے گزرا۔ تو اسے کہنے لگا میاں تمہارے پاس ہی سایہ ہے۔ دھوپ میں کیوں بیٹھے ہو۔ وہ کہنے لگا سایہ میں بیٹھوں تو کیا دو گے

وہ دوا جو لوگوں کی

جانیں بچانے کے لئے

کنوؤں میں ڈالی گئی۔ اس کے ڈلوانے سے نہ صرف بعض لوگوں نے انکار کیا۔ بلکہ ڈالنے والوں کو گالیاں دیں۔ میں حیران ہوں۔ کہ ایک تو وہ ہیں۔ جو اپنی جانوں کو خطرات میں ڈال کر

مریضوں کی نگہبانی

کرتے ہیں۔ گلیوں بازاروں اور کنوؤں کی صفائی کا اہتمام کرتے ہیں۔ اور ایک گھر بیٹھے کام کرنے والوں کو برا بھلا کہتے ہیں پھر ڈاکٹر جو کام کرتے ہیں۔ ان کی جان بھی خطرے میں ہوتی ہے۔ ہماری جماعت کے ایک نہایت ہی مخلص دوست

ڈاکٹر بوڑے خان صاحب

تھے۔ حضرت مسیح موعود علیہ الصلوٰۃ والسلام کی کتابوں میں بھی ان کا ذکر آتا ہے۔ ایک دفعہ ان کے پاس ایک مریض آیا۔ انہوں نے اس کا اپریشن کیا۔ وہ بیمار تو شائد اچھا ہو گیا۔ مگر اس کے زہر کی وجہ سے ان کا دوسرے دن انتقال ہو گیا۔ ان کی جلد پر کچھ خراش تھی جس سے وہ زہر سرایت کر گیا۔ اور وفات پا گئے پس

ڈاکٹر کمپونڈر اور منتظم

اپنی جانوں کو خطرے میں ڈالتے ہیں۔ اور یہ ان کا احسان ہوتا ہے۔ لیکن بجائے ان کی قدر کرنے کے الٹا ان پر ناراض ہونا بہت قابل تعجب بات ہے۔ ایسے موقعہ پر چاہیئے تو یہ تھا۔ کہ لوگ کہتے

ہمارا انتظام

زیادہ حرکت کیوں نہیں کرتا۔ اور بجائے اس کے کہ کنوؤں میں دوائی ڈالنے پر انہیں اعتراض ہوتا۔ وہ کہتے کہ اور دوائی کیوں نہیں ڈالی گئی۔ چنانچہ مجھے کئی دنوں تک یہ اعتراض رہا۔ کہ کنوؤں میں دوائی کم ڈالی گئی ہے۔

جس کا کوئی فائدہ نہیں۔ کیونکہ جو پانی ہمارے ہاں آتا تھا۔ وہ اتنا سرخ نہیں ہوتا تھا۔ جتنا کیڑوں کی ہلاکت کے لئے ہونا چاہیئے اور میری طرف سے اصرار تھا کہ اور دوائی ڈالو۔ تاکہ پانی صاف ہو سکے۔ پس ان دنوں مجھے بعض لوگوں کی

عجیب قسم کی ذہنیت

معلوم ہوئی۔ اور پتہ لگا کہ نہ صرف ہماری جماعت میں بلکہ قادیان میں ایسے آدمی موجود ہیں۔ جو ایسے نازک وقت میں تین چار دن بھی پانی کی معمولی سی تکلیف برداشت نہیں کر سکتے۔ حالانکہ یہاں کثرت سے نلکے ہیں جن کا پانی نسبتاً اچھا سمجھا جاتا ہے۔ اور پانی کی زیادہ تکلیف محسوس نہیں ہو سکتی۔ اگر ایسے لوگ جہاں نلکوں کا پانی نہ ملتا ہو شکوہ کریں۔ تو ان کا شکوہ بھی درست نہیں سمجھا جا سکتا مگر جہاں کثرت سے نلکے ہوں۔ وہاں لوگوں کا دو چار دن کے لئے تکلیف اٹھا لینا کوئی بڑی بات نہیں مگر مجھے افسوس ہے کہ بعض لوگوں نے اس موقعہ پر اپنے آپ کو

فیل شدوں میں

داخل کیا اور پاس شدگان سے نکال لیا۔ پھر ان بچوں کو جنہوں نے اپنی جانیں خطرہ میں ڈالیں گالیاں دینا اور بھی قابل شرم بات ہے۔ انہیں چھٹیاں تھیں اور ان کے یہ

کھیلنے کودنے کے دن

تھے مگر باوجود اس کے کہ وہ بچے تھے۔ اور ان کے لئے کھیلنے کا موقع تھا۔ انہوں نے ایسا نمونہ دکھایا جو دوسروں کے لئے قابل شرم ہے۔ اور مجھے بھی اس لئے شرم آئی۔ کہ میں نے دیکھا میرے بچے ان میں نظر نہ آئے۔ میں پوچھنے والا ہی تھا۔ کہ میرے بچے ان میں کیوں شامل نہیں ہوئے اور میں نے اپنی ایک بیوی سے آج ہی اظہار افسوس کیا کہ میں نے تمہارے بچوں کو ان خدمت کرنے والے بچوں میں نہیں دیکھا جس کا مجھے

بہت دکھ

ہے۔

جب قومی مصیبت کا وقت آئے تو ہر فرد کا کام ہوتا ہے کہ وہ اپنے آپ کو بطور والنٹیر پیش کرے۔ فردی مصیبتوں میں بھی اسلام نے ہمدردی کا حکم دیا ہے اور قومی مصیبت تو ایسا رنگ رکھتی ہے جس میں ہمدردی کے لحاظ سے کسی قسم کا دریغ کرنا انسان کو

ایمان سے خارج

کر دیتا ہے۔ پس نہ صرف یہ کہ لوگوں کو مزاحم نہیں ہونا چاہیئے تھا۔ بلکہ ہر ماں باپ کو محسوس کرنا چاہیئے تھا۔ کہ ہمارے بچوں کو اس میں کیوں شامل نہیں کیا گیا۔ میں نے یہ خدمت احمدیہ کور کے نوجوانوں کو ہی اس غرض کے لئے تجویز کیا تھا۔ مگر مجھے یہ معلوم نہیں تھا۔ کہ اس کور میں

صرف ۳۵ پینتیس نوجوان

ہیں۔ اگر مجھے معلوم ہوتا کہ والنٹیروں کی اس قدر قلت ہے تو میں حکم دیتا کہ اپنے آپ کو جو شخص چاہے اس خدمت کے لئے پیش کرے۔ میں یہی خیال کرتا تھا (گو میں پریڈ کے موقع پر دیکھ چکا تھا) کہ والنٹیر صرف اسی قدر نہیں بلکہ باقی پچھلے سال سیکھ چکے ہیں۔ وہ شامل نہیں کئے گئے۔ اگر مجھے معلوم ہوتا۔ کہ اسی قدر والنٹیر ہیں۔ تو میں کہتا کہ باقی نوجوانوں سے بھی امداد حاصل کی جائے۔ تاکہ کسی غلط فہمی کے باعث کوئی نوجوان ثواب سے محروم نہ رہ جائے۔ پس ایک طرف تو میں ان

نوجوانوں کی خدمت پر اظہار خوشنودی

کرتے ہوئے اللہ تعالیٰ سے دعا کرتا ہوں کہ وہ ان کی کمزوریوں پر پردہ ڈالے۔ انہیں نیکیوں کی توفیق عطا فرمائے۔ اور اعلیٰ درجہ کی ترقیات عطا کرے۔ اور دوسری طرف میں جماعت کے ان لوگوں پر اظہار افسوس کرتا ہوں۔ جنہوں نے جہالت کا نمونہ دکھایا۔ یاد رکھو ایمان اور علم اکٹھے ہوتے ہیں۔

ایمان اور جہالت

اکٹھے نہیں رہ سکتے۔ الا ماشاء اللہ کسی کو غلطی لگے تو یہ اور بات ہے۔

حضرت عمر رضی اللہ تعالیٰ عنہ

کے زمانہ میں ایک دفعہ شدید طاعون پھیلا۔ آپؓ نے صحابہ سے مشورہ لیا کہ کیا کرنا چاہیئے سب نے کہا کہ لوگ پہاڑوں پر پھیل جائیں۔ آج بھی طاعون کا یہ

بہترین علاج

سمجھا جاتا ہے کہ لوگ کھلی جگہوں میں پھیل جائیں۔ اس وقت ایک صحابی ایسے بھی تھے جن کی سمجھ میں یہ بات نہ آئی وہ حضرت ابو عبیدہؓ تھے۔ جو کمانڈر انچیف تھے اور بہت بڑے صحابی تھے۔ انہوں نے کہا اے عمرؓ کیا آپ

خدا کی قضا

سے بھاگتے ہیں۔ اتفرمن قدر اللہ۔ آپ نے فرمایا۔ افر من قدر اللہ الیٰ قدر اللہ۔ ہاں میں خدا کی قضا سے بھاگ کر خدا کی قضا کی طرف ہی جا رہا ہوں خدا کی خدائی سے تو باہر نہیں جا رہا۔ یہ

صحابہؓ کا طریق عمل

موجود ہے۔ اور گو ایک صحابیؓ نے غلطی بھی کی۔ لیکن کثرت نے غلطی نہیں کی مگر یہاں ہر محلہ میں ایسی مثالیں پائی گئیں۔ کہ لوگوں نے نظام کا مقابلہ کیا۔ حالانکہ یہاں صرف ان کی ذات کا یا ان کے بیوی بچوں اور محلے والوں کی زندگی کا سوال نہیں تھا بلکہ قادیان والوں کی عزت اور خود

قادیان کی عزت کا سوال

تھا۔ مگر اتنی چھوٹی سی بات پر کہ کنوؤں میں دوائی ڈالی گئی بعض نے برا منایا۔ علاج کرنے سے انکار کیا گیا۔ اس میں شبہ نہیں مریضوں کے ساتھ شروع شروع میں وہ سلوک نہیں ہوا۔ جو ہونا چاہیئے تھا۔ مگر ان سب باتوں کا علاج ہو سکتا تھا۔ اور وہ علاج یہ تھا۔ کہ براہ راست میرے پاس شکایت کی جاتی۔ جہاں میں اس بات کو سخت ناپسند کرتا ہوں۔ کہ مقررہ نظام سلسلہ کی پابندی نہ کرتے ہوئے کوئی معاملہ براہ راست میرے سامنے پیش کیا جائے۔ وہاں میں کئی دفعہ بتلا چکا ہوں۔ کہ ایسی باتیں جو وقتی ہوتی ہیں اور

فوری اصلاح کی محتاج

ان میں کسی انتظار کی ضرورت نہیں ہوتی۔ میرے سامنے فوراً وہ معاملہ پیش کرنا چاہیئے مگر لوگ اس کے برعکس کرتے ہیں۔ بعض دفعہ نہایت ہی ضروری مضمون سامنے ہوتا ہے۔ توجہ اس کی طرف لگی ہوتی ہے۔ دروازہ زور زور سے کھٹکھٹایا جاتا ہے۔ اور جب کنڈی کھولی جاتی ہے تو ایک چھوٹا سا بچہ ہوتا ہے جس کے ہاتھ میں ایک رقعہ ہوتا ہے اور اس میں لکھا ہوتا ہے۔ میرے لئے دعا کریں۔ محمد احمد طالب علم جماعت دہم بھلا یہ بھی کوئی رقعہ میں لکھنے والی بات تھی۔ وہ مجھ سے زبانی بھی یہ کہہ سکتا تھا۔ اور مسجد میں آنے کے وقت کہہ سکتا تھا۔ مگر اس طرح سارا دن رقعوں پر رقعے چلتے ہیں۔ جن میں کوئی ضروری بات نہیں ہوتی۔ لیکن کوئی اہم امر جو فوری توجہ کا محتاج ہو۔ اس کے متعلق اطلاع دینے میں سستی دکھائی جاتی ہے۔ پس ہر بات سوچ سمجھ کر کرنی چاہیئے۔ دعا کے لئے اس طرح رقعے لکھنے وقت کو ضائع کرنا ہوتا ہے۔ بہترین طریق یہ ہے کہ جسے ضرورت ہو وہ خاص موقعوں پر

زبانی یاد دہانی

کرا دے۔ ورنہ یوں تو ہمیشہ ہی دعا ہوتی رہتی ہے۔ خاص موقعوں کی دعا اہمیت رکھتی ہے۔ اور اس وقت بھی زبانی یاد کرانا

رقعہ لکھنے کی نسبت زیادہ بہتر

ہوتا ہے۔ سوائے ان لوگوں کے جو قادیان سے باہر رہتے ہیں یا سوائے ان بیماروں کے جو قادیان میں ہوں۔ مگر چل کر نہ آ سکتے ہوں۔ ان کے علاوہ باقی قادیان کے لوگوں کو رقعوں میں دعا کے لئے لکھنے کی بجائے زبانی یاد دہانی کرانی چاہیئے۔ مگر جس طرح وہ غلطی ہے اسی طرح یہ بھی غلطی ہے۔ کہ اہم ضرورت درپیش ہو اور مجھے اطلاع نہ کرائی جائے۔ اگر کسی شخص کو ہیضہ ہو جائے۔ یا کوئی اور وبائی مرض۔ تو چاہے دن ہو یا رات۔ اگر اس کے لئے کوئی انتظام نہیں ہوتا۔ تو ہر وقت مجھے اطلاع کرائی جا سکتی ہے اور خدا تعالیٰ کے فضل سے میں اس کے لئے انتظام کر سکتا ہوں۔ مگر بعض لوگوں نے اس وقت شکوہ کیا۔ جب مریض فوت ہو چکا یا اچھا ہو کر ہسپتال سے آ گیا

فوجوں میں قانون

ہے۔ کہ جب کوئی شکایت پیدا ہو۔ اسی وقت پیش کرد۔ بعد میں اگر شکایت کی جائے۔ تو اس پر کوئی توجہ نہیں کی جاتی۔ بلکہ ابھی پچھلے دنوں

دو افسروں کی لڑائی

ہوئی۔ جب مقدمہ چلا۔ تو بڑے افسر کو سزا ہوئی۔ مگر چھوٹے کو بھی اس وجہ سے سزا دی گئی۔ کہ اس نے اپنے جواب دعوے میں ایک چھ مہینہ پہلے کی اپنے افسر کی کسی غلطی کا ذکر کیا تھا۔ اسے کہا گیا۔ کہ تو نے اس کا اسی وقت ذکر کیوں نہ کیا۔ اگر نہیں کیا۔ تو اس کا مطلب یہ ہے۔ کہ تم یہ غلطی معاف کر چکے تھے۔ اور اب کرتے ہو۔ تو اس کا مطلب یہ ہے۔ کہ تم

کینہ توز

ہو۔ غرض اس وقت کی شکایت فائدہ دے سکتی ہے۔ جب اس کا ازالہ کیا جا سکے۔ بعد میں شکایت کرنا کینہ پر دلالت کرتا ہے۔ اور کینہ رکھنا مومن کا کام نہیں ہوتا۔ چاہیئے۔ کہ جس وقت کوئی شکایت پیدا ہو۔ اور ضروری ہو۔ وہ اسی وقت پیش کی جائے۔ ہاں بعض شکائتیں ایسی بھی ہوتی ہیں۔ جو اہم نہیں ہوتیں۔ ان میں اگر دو چار دن کی دیر ہو جائے۔ تو کوئی بات نہیں۔ پس

ہسپتال میں

گو نقائص بھی تھے۔ مگر ایسے نقائص دور ہو سکتے تھے۔ پھر یہ بات بھی یاد رکھنی چاہیئے۔ کہ مریضوں کا اسی میں فائدہ ہوتا ہے کہ انہیں ہسپتال پہنچا دیا جائے۔ کیونکہ اس طرح تمام مریض کسی نہ کسی ڈاکٹر کے ہر وقت زیر نظر رہتے ہیں۔ لیکن گھروں میں علیحدہ علیحدہ ڈاکٹر اس توجہ سے مریضوں کو نہیں دیکھ سکتے۔ جسطرح وہ ایک جگہ دیکھ سکتے ہیں۔ پھر اس میں یہ بھی فائدہ ہے۔ کہ مرض اس طرح محدود جگہ میں رہتا ہے۔ اور زیادہ شدت سے نہیں پھیل سکتا۔ پس یہ

جماعت کے فائدہ کی باتیں

ہیں۔ مگر باوجود اس کے بعض نے کنوؤں میں دوائی ڈالنے والے بچوں کو گالیاں دیں۔ چونکہ وہ طالب علم ہیں۔ اس لئے قابل معافی ہیں۔ ورنہ ایسے موقعہ پر شکائت کرنا بھی درست نہیں ہو سکتا۔ جو لوگ خدا کے لئے کام کرتے ہیں۔ وہ اس بات کی پرواہ نہیں کیا کرتے۔ کہ لوگ انہیں کیا کہتے ہیں۔ مگر چونکہ وہ بچے ہیں۔ اور

اخلاق کا اعلےٰ معیار

ابھی نہیں سمجھتے۔ اس لئے قابل معذوری ہیں۔ اس نظام میں ایک نقص یہ بھی ہو گیا۔ کہ خود ناظر امور عامہ ہسپتال میں جاتے۔ اور وہاں کافی عرصہ مریضوں کی نگہداشت کے متعلق کام کرتے میرے نزدیک چاہیئے یہ تھا۔ کہ بجائے اس کے کہ خود ناظر امور عامہ وہاں جاتے۔ ایک افسر مقرر کر دیا جاتا جو وہاں کے کام کی نگرانی کرتا۔ اور ناظر امور عامہ

تمام نظام کی نگرانی

کرتے۔ اسی طرح اس لئے بھی نقص ہوا۔ کہ کام کرنے والے لوگوں کو پتہ نہیں تھا۔ کہ ان کی ذمہ واریاں کیا ہیں۔ مثلاً جیسے لگانا یہ ڈاکٹروں کا کام نہیں۔ بلکہ والنٹیروں کا تھا۔ اس امر کو نہ سمجھنے کی وجہ سے بھی نقص پیدا ہو گئے۔ آیندہ کے لئے چاہیئے۔ کہ ایسے موقعوں پر ایک کمانڈر انچیف مقرر کر دیا جائے۔ اور اس کے ماتحت کام کرنے والوں کے الگ الگ فرائض مقرر کر دیئے جائیں۔ اور کمانڈر انچیف کبھی بھی ناظر امور عامہ نہیں ہونا چاہیئے

کمانڈر انچیف اور وزارت کا عہدہ

کبھی بھی اکٹھا نہیں ہوا۔ اور اگر اکٹھا کیا گیا۔ تو کام خراب ہو گیا خلفاء بھی کمانڈر انچیف نہیں ہو سکتے۔ ہاں انبیاء یہ فرض بھی سرانجام دیتے ہیں۔ کیونکہ ان کا کام یہ ہوتا ہے۔ کہ وہ ہر وقت

لوگوں کی تربیت

کریں۔ اور ان کی موجودگی ہر وقت ہی ضروری ہوتی ہے۔ ناظر امور عامہ کا یہ کام ہے۔ کہ ایسے موقعہ پر وہ کسی کو کمانڈر انچیف مقرر کریں۔ اور جو اس کے ماتحت ہوں۔ ان کے متعلق دیکھیں۔ کہ وہ دیانتداری اور پوری سرگرمی سے کام کر رہے ہیں۔ یا نہیں۔

پس ایسے موقعوں پر امور عامہ کو چاہیئے۔ کہ وہ

زیادہ تنظیم

اور زیادہ آرگنائزیشن کا ثبوت پیش کرے۔ کیونکہ وبائی ایام ایک عام مصیبت کے ایام ہوتے ہیں۔ انتظام ایسا ہونا چاہیئے۔ کہ کوئی گھبراہٹ اور افراتفری پیدا نہ ہو۔

میں ایک دفعہ پھر

امور عامہ کو توجہ

دلاتا ہوں۔ کہ وہ فیصلہ جو مجلس شوریٰ کے ذریعہ میں نے کیا تھا۔ یہ نہیں تھا۔ کہ وہ ۲۵ آدمیوں کی ایک کور بنا دے۔ بلکہ میرا فیصلہ یہ تھا۔ کہ پندرہ سال سے لے کر ۲۵ سال کی عمر تک کے تمام نوجوانوں کو اس میں

جبری طور پر بھرتی

کیا جائے۔ تاکہ ان کے اخلاق کی نگرانی ہو۔ اور تاکہ ان نوجوانوں کو قومی اور دینی خدمت کا موقع مل سکے۔ کیونکہ بعض موقعوں پر قومی خدمت کرنا بھی ضروری ہو جاتا ہے۔ اور گو ہمارے لئے دین مقدم ہے۔ مگر چونکہ بعض قومی کام بھی دین کے تابع ہوتے ہیں اس لئے ان میں بھی حصہ لینا چاہیئے۔ اور اپنے اندر

قربانی کا مادہ

پیدا کرنا چاہیئے۔ اسی طرح جہاں میں بعض لوگوں پر اس لئے اظہار افسوس کرتا ہوں۔ کہ انہوں نے کام میں روکاوٹیں ڈالیں۔ وہاں کور کے نوجوانوں کے کام پر اظہار خوشنودی کرتا ہوں اور

اللہ تعالےٰ سے دعا

کرتا ہوں۔ کہ وہ انہیں ایسے کاموں کی توفیق عطا فرمائے۔ جو خالص اس کی رضا کے ہوں۔ ان کی تربیت نہایت اعلیٰ پیمانہ پر کرے۔ انہیں دینی خدمات کی توفیق عطا فرمائے۔ اور ان کے اخلاص میں برکت دے۔ اور نہ صرف انہیں بلکہ تمام نوجوانوں کو توفیق عطا فرمائے۔ ہر شخص ان میں سے اپنے آپ کو تیار رکھے۔ اور

ضرورت کے وقت

اس کا قدم پیچھے نہ ہٹے۔ بلکہ آگے کی طرف بڑھے ؛

خطبہ ثانی میں فرمایا ؛

میں چاہتا ہوں۔ کہ جن دوستوں نے ابھی تک ٹیکا نہیں کرایا۔ وہ ضرور

ٹیکا کرا لیں۔

کیونکہ جہاں طاعون کے ٹیکا کے متعلق ہمارا یہ فتوےٰ ہے۔ کہ مخلص احمدیوں کو نہیں کرانا چاہیئے۔ وہاں یہ ٹیکا کرانے میں کوئی حرج نہیں۔ پچھلے جمعہ میں نے ٹیکا کرایا تھا۔ جس کی وجہ سے نماز جمعہ کے وقت بخار ہو گیا۔ اور میں نہ آ سکا۔ آج بھی ٹیکا کرا کے آیا ہوں۔ اور اب اپنے جسم میں درد محسوس کرتا ہوں۔ اس لئے دوست جاتے وقت مجھ سے مصافحہ نہ کریں ؛

مسلمانان پونچھ کے نام کھلی چٹھی

برادران اسلام! اس وقت جس نازک دور سے ہم مسلمانان پونچھ گزر رہے ہیں۔ ارباب بست و کشاد پر مخفی نہیں ہمارے بعض مطالبات ابھی تک تشنۂ تکمیل ہیں۔ اور بعض زیر غور حکومت ہیں۔ ہمارے ان مطالبات میں ہمسایہ قوم مزاحم ہے اور نہیں چاہتی۔ کہ ہمیں ابتدائی انسانی حقوق بھی حاصل ہوں۔ چنانچہ وہ کیل کانٹے سے لیس ہو کر ہمیں صفحۂ ہستی سے معدوم کرنے پر ادھار کھائے بیٹھی ہے۔ ایک طرف تو ہمیں اغیار سے مقابلہ ہے۔ دوسری طرف چند خود غرض اشخاص فرقہ وارانہ سپرٹ پیدا کر کے قوم میں باہمی افتراق پیدا کرنے میں مصروف ہیں۔ آپس کے اختلافات کیسے ہی کیوں نہ ہوں اپنے اپنے دائرہ کے اندر رہنے چاہئیں۔ ایسے اختلافات حد سے تجاوز کرنے پر قوم کی تباہی بربادی اور اغیار کی آنکھوں میں تضحیک و رسوائی کا باعث ہوا کرتے ہیں۔ اور قوم کو بھی ان سے ناقابل تلافی نقصان برداشت کرنا پڑتا ہے۔ قوم کی سلامتی اور آئندہ بہتری کے لئے ضروری ہے۔ کہ ہم آپس کے اختلافات کو یکسر موقوف کر دیں۔ اور گزشتہ کی طرح ایک دوسرے کے دوش بدوش سینہ سپر ہو کر کام کریں۔ پس میں خدائے بزرگ و برتر اور اس کے حبیب محمد مصطفےٰ صلے اللہ علیہ وسلم کے نام پر آپ سے اپیل کرتا ہوں۔ خدارا آپس کے ان اختلافات کو چھوڑ کر باہم متحد و متفق ہو جائیں اور آیت کریمہ واعتصموا بحبل اللہ جمیعاً ولا تفرقوا پر عمل پیرا ہو کر قومی زندگی کا ثبوت دیں۔ اور اغیار کے مقابلہ میں یک جان ہو جائیں۔ گزشتہ مو اشتراک عمل کے نتائج آپ کے سامنے ہیں۔ اگر آپ آئندہ بھی اسی طرح متحد و متفق رہیں گے۔ تو کامیابی آپ کے قدم چومیگی ؛ وما علینا الا البلاغ تحریر ۷ راکتوبر ۱۹۳۲ء خاکسار غلام احمد بٹ پریذیڈنٹ ینگ مین مسلم ایسوسی ایشن و سکرٹری جموں و کشمیر مسلم

وصیتیں

۴۰۰۱ ۔ منکہ مہدی خان ولد محمد قوم جنجوعہ پیشہ ترکھان عمر قریباً چالیس سال تاریخ بیعت ۲۱-۱۹۲۰ء ساکن گھہال ڈاکخانہ ڈلوال تحصیل پنڈدادنخاں ضلع جہلم۔ بقائمی ہوش وحواس بلا جبر واکراہ آج مورخہ ۱۵ ۵/۳۳ حسب ذیل وصیت کرتا ہوں
میری اس وقت کوئی آمدنی نہیں ہے۔ میں عرصہ سے بیکار ہوں۔ میرا ارادہ ہے۔ کہ جلد ہی کوئی ذریعہ معاش پیدا کر دوں اقرار کرتا ہوں۔ کہ میری جو کچھ بھی آمدنی ماہوار ہوا کریگی اس کا ۱/۸ حصہ صدر انجمن احمدیہ قادیان کو ادا کیا کرونگا۔ اس وقت میں مندرجہ ذیل غیر منقولہ جائداد کا مالک ہوں۔ زمین زرعی قریباً سوا چار بیگہ واقع موضع گھہال بجانب قطب قیمت تخمیناً -/۷۰۰ روپیہ (۲) مکان سکونتی واقع موضع گھہال مشتمل ایک دالان دو کوٹھڑی قیمت قریباً -/۱۵۰ روپیہ (۳) ۵ کنال ۵ مرلہ زمین زرعی بعوض بیس روپیہ حق میرے پاس رہن ہے۔ جب یہ رہن فک ہو جائیگی۔ تو اس کے بھی ۱/۸ حصہ کی مالک انجمن مذکور ہوگی۔ کچھ زمین زرعی اور دو مکانات سکنی میری چچی کے قبضہ میں ہیں۔ جو کہ اس وقت بقید حیات ہے۔ ان کی وفات کے بعد میرے حصہ میں جو کچھ جائداد آئیگی۔ اس کے بھی ۱/۸ حصہ کی مالک صدر انجمن احمدیہ ہوگی۔ اس وقت میرے پاس دو صد پچیس روپیہ نقد بھی موجود ہیں۔ ان میں سے بھی ۱/۸ حصہ ادا کرونگا۔ فقط نگر آنکہ اس کے علاوہ اگر کوئی کسی قسم کی جائداد میرے مرنے کے وقت ثابت ہو۔ تو اس کے بھی ۱/۸ حصہ کی مالک صدر انجمن احمدیہ قادیان ہوگی۔ اگر کوئی رقم بطور قیمت جائداد اپنی زندگی میں ادا کر دوں۔ تو وہ رقم وصیت مندرجہ بالا میں مجرا سمجھی جائے گی۔

العبد:۔ مہدی خان موضع گھہال ڈاکخانہ ڈلوال تحصیل پنڈدادنخاں ضلع جہلم۔ گواہ شد:۔ چوہدری باز خان احمدی زمیندار چکوال نشان انگوٹھا۔ گواہ شد:۔ محمد عبد اللہ احمدی سیکرٹری انجمن احمدیہ چکوال ضلع جہلم۔ دستخط انگریزی۔

۳۹۷۶ ۔ منکہ ملک شیر محمد ولد محمد اکبر خان قوم اعوان عمر ۵۵ سال تاریخ بیعت ۱۹۱۴ء ساکن کوٹ رحمت خاں ڈاکخانہ موہن تحصیل و ضلع شیخوپورہ بقائمی ہوش وحواس بلا جبر واکراہ آج مورخہ ۱۴ ۴/۳۳ حسب ذیل وصیت کرتا ہوں۔
میری ملکیت کوٹ رحمت خان میں چھ مربعہ اراضی ہے جس میں سے ایک مربعہ آبادی دیہہ اور چھپڑ اور قبرستان اور سڑک ہائے میں آئی ہوئی ہے۔ باقی پانچ مربعہ اراضی ہے۔ جس میں ایک باغ بھی ہے۔ جو اس وقت قریباً رقبہ میں ۸ کیلا یا کچھ کم و بیش ہے۔ اور موضع مانانوالہ میں تعدادی ۸۰ کیلا اراضی میری ملکیت ہے جو سیم زدہ ہو چکی ہے۔ اور پانچ دس کیلا بچی ہوئی ہے۔ اس اپنی جائداد کا دسواں حصہ اللہ تعالیٰ کے نام پر وصیت کرتا ہوں۔ لہذا چاہتا ہوں۔ کہ میری وفات کے بعد صدر انجمن احمدیہ حوالہ کی جائے۔ اور اگر اللہ تعالیٰ نے میری وفات سے پیشتر کوئی اور جائداد دیدی۔ تو اس کا بھی دسواں حصہ صدر انجمن احمدیہ کا حق ہوگا۔ لہذا یہ چند حروف بطور سند لکھ دیئے ہیں۔ کہ سند رہے۔

العبد:۔ شیر محمد خان بقلم خود ۱۴ ۴/۳۳
گواہ شد:۔ میاں محمد عبد اللہ امام مسجد کوٹ رحمت خان نشان انگوٹھا

گواہ شد:۔ محمد ابراہیم احمدی بقلم خود از کوٹ ملک رحمت خان

۳۸۰۹ ۔ منکہ جنت بی بی زوجہ مولوی فضل کریم صاحب مرحوم قوم قریشی پیشہ امور خانہ داری عمر ۵۴ سال تاریخ بیعت ۱۹۰۹ء ساکن قلعہ صوبہ سنگھہ ڈاکخانہ خاص تحصیل پسرور ضلع سیالکوٹ بقائمی ہوش وحواس بلا جبر واکراہ آج مورخہ ۵ ۱۰/۳۲ حسب ذیل وصیت کرتی ہوں۔
میرے مرنے کے وقت میری جس قدر جائداد ہو۔ اس کے ۱/۳ حصہ کی مالک صدر انجمن احمدیہ قادیان ہوگی۔ اگر میں اپنی زندگی میں کوئی رقم یا کوئی جائداد خزانہ صدر انجمن احمدیہ قادیان میں بمد وصیت داخل کر کے رسید حاصل کر لوں۔ تو ایسی رقم یا جائداد حصہ وصیت کردہ سے منہا کر دی جائے گی۔ میری موجودہ جائداد حسب ذیل ہے۔ زیور نقرہ و طلائی قیمتی -/۲۵۰ روپیہ

العبد:۔ جنت بی بی زوجہ مولوی فضل کریم مرحوم ساکن قلعہ صوبہ سنگھہ ضلع سیالکوٹ نشان انگوٹھا۔

گواہ شد:۔ حکیم محمد فیروز الدین قریشی انسپکٹر بیت المال بقلم خود
گواہ شد:۔ عنایت اللہ خاں ولد مولوی فضل کریم صاحب مرحوم ساکن قلعہ صوبہ سنگھہ ضلع سیالکوٹ پسر موصیہ بقلم خود۔

۳۷۳۲ ۔ منکہ قاضی حکیم الدین ولد قاضی سلیم الدین قوم شیخ پیشہ ملازمت تاریخ بیعت ۱۹۱۹ء ساکن بھیرو پور ڈاکخانہ بھاگل پور ضلع بھاگل پور بقائمی ہوش وحواس بلا جبر واکراہ آج مورخہ ۱۳ ۸/۳۲ حسب ذیل وصیت کرتا ہوں۔
میری جائداد اس وقت کوئی نہیں۔ اس وقت میری ماہوار آمد عہ۳ روپیہ ہے۔ میں تازیست اپنی ماہوار آمد کا ۱/۱۰ حصہ داخل خزانہ صدر انجمن احمدیہ قادیان کرتا رہونگا۔ میرے مرنے کے وقت میرا جس قدر ترکہ ثابت ہو۔ اس کے بھی ۱/۱۰ حصہ کی مالک صدر انجمن احمدیہ قادیان ہوگی۔

العبد قاضی حکیم الدین محلہ بھیرو پور شہر بھاگلپور
گواہ شد:۔ چوہدری محمد طفیل تاڑ بی۔ اے سکنہ ننگل باغباناں
گواہ شد:۔ نذیر احمد مدرس ۔ نارووال

۳۹۸۶ ۔ میں مسماۃ فاطمہ بیگم بنت حکیم حمید مرزا صاحب مرحوم مغل عمر ۶۰ سال تاریخ بیعت ۱۹۲۱ء ساکن بہاولپور سٹیٹ بقائمی ہوش وحواس بلا جبر واکراہ آج مورخہ ۲ ۶/۳۳ حسب ذیل وصیت کرتی ہوں۔ میرے مرنیکے وقت میری جس قدر جائداد ثابت ہو۔ اس کے ۱/۳ حصہ کی مالک صدر انجمن احمدیہ قادیان ہوگی۔ اگر میں کوئی رقم یا کوئی جائداد خزانہ صدر انجمن احمدیہ قادیان میں بمد وصیت داخل یا حوالہ کر کے رسید حاصل کر لوں۔ تو ایسی رقم یا ایسی جائداد کی قیمت حصہ وصیت کردہ سے منہا کر دی جائے گی۔
میں ۱۸۹۲ء سے بیوہ ہوں۔ میری کوئی جائداد غیر منقولہ اس وقت نہیں ہے۔ البتہ میں نے اپنے نواسوں وزیر محمد خاں و عزیز محمد خاں بی۔ اے سے کچھ روپیہ جو ان کی تعلیم پر خرچ کیا ہے۔ قرض لینا ہے۔ اس قرضہ کی رقم مبلغ دو صد روپیہ ہوتی ہے وزیر محمد خاں اس وقت لاہور میں ملازم ہے۔ عزیز محمد خاں ابھی برسر روزگار نہیں ہے۔ ان کے ملازم ہونے پر ان سے روپیہ وصول ہونے پر انشاء اللہ اپنی زندگی میں ۱/۳ حصہ قرضہ کا ادا کر دونگی۔

العبد:۔ فاطمہ بیگم موصی۔ نشان انگوٹھا
گواہ شد:۔ مرزا محمد رفیع ولد مرزا محمد شفیع بقلم خود۔ گواہ شد:۔ مرزا محمد شفیع بقلم خود محاسب صدر انجمن احمدیہ ۲ ر جون ۱۹۳۳ء

۳۹۸۳ ۔ میں مسماۃ سابو زوجہ غلام علی قوم ارائیں پیشہ زراعت و دکانداری عمر ۴۰ سال تاریخ بیعت ۲۸ مارچ ۱۹۲۶ء ساکن میانوال ڈاکخانہ پرتاپ پورہ تحصیل پھلور ضلع لدھیانہ بقائمی ہوش وحواس بلا جبر واکراہ آج مورخہ ۲۶ ۵/۳۳ حسب ذیل وصیت کرتی ہوں۔
میری اس وقت جائداد زیور وغیرہ مہر چار صد روپیہ کی ہے۔ جس کے ۱/۱۰ حصہ کی وصیت بحق صدر انجمن احمدیہ قادیان کرتی ہوں۔ اگر میں اپنی موت سے پیشتر جتنا روپیہ صدر انجمن احمدیہ قادیان میں داخل کر کے رسید لے لوں۔ تو اس قدر روپیہ اس کی قیمت سے منہا کر دیا جائیگا۔ میری وفات کے بعد اگر کوئی جائداد ثابت ہو۔ تو اس حصہ کی مالک بھی صدر انجمن احمدیہ قادیان ہوگی۔ العبد:۔ مسماۃ سابو زوجہ غلام علی نشان انگوٹھا۔
گواہ شد:۔ غلام علی ولد امام الدین ساکن میانوال تحصیل پھلور ضلع جالندھر بقلم خود۔ گواہ شد:۔ امیر الدین ولد عمرا قوم ارائیں ساکن میانوال تحصیل پھلور ضلع جالندھر نشان انگوٹھا۔

۳۹۸۲ ۔ منکہ غلام علی ولد امام الدین قوم ارائیں پیشہ دوکانداری عمر ۴۲ سال تاریخ بیعت ۲۸ مارچ ۱۹۲۶ء ساکن میانوال تحصیل پھلور ضلع جالندھر ڈاکخانہ پرتاپ پورہ۔ بقائمی ہوش وحواس بلا جبر واکراہ آج مورخہ ۲۶ ۵/۳۳ حسب ذیل وصیت کرتا ہوں۔ میری اس وقت جائداد زمین کی تو ہے۔ مگر والد صاحب کے نام ہے۔ اور میرا اس وقت گذارہ دوکانداری پر ہے۔ جو مبلغ عہ روپیہ ماہوار ہوگا۔ میں اپنی آمد میں سے ۱/۱۰ حصہ کی وصیت کرتا ہوں۔ اگر میری زندگی کے بعد اور جائداد شامل ہو جائے تو اس کے بھی ۱/۱۰ حصہ کی مالک صدر انجمن احمدیہ قادیان ہوگی۔ اور میرے مکان کی جس میں کہ میری سکونت ہے۔ قیمت تخمیناً مبلغ ڈیڑھ ہزار ہوگی۔ اس کے ۱/۱۰ حصہ کی وصیت بھی صدر انجمن احمدیہ قادیان کے نام کر دی گئی ہے۔ اگر میں اپنی زندگی میں کوئی روپیہ اس وصیت میں سے جو میں نے کی ہے۔ ادا کر دوں۔ تو میری رقم میں سے منہا کر دی جائے۔ اگر میرے مرنے کے بعد کوئی جائداد اس کے علاوہ ثابت ہو۔ تو اس کی بھی مالک صدر انجمن احمدیہ ہوگی
۲۶ ر مئی ۱۹۳۳ء العبد:۔ غلام علی بقلم خود۔
گواہ شد:۔ امیر الدین ولد مہرا ساکن میانوال تحصیل پھلور ضلع جالندھر
گواہ شد:۔ محمد سلیمان تحصیل پھلور ضلع جالندھر۔

۴۰۰۹ ۔ میں مسماۃ عالم النساء زوجہ فتح محمد بیگ قوم مغل پیشہ زمینداره عمر تخمیناً ۹۰ سال تاریخ بیعت تخمیناً ۱۹۰۷ء ساکن کوٹ محمود احمد ڈاکخانہ صدر قصور ضلع لاہور۔ بقائمی ہوش وحواس بلا جبر واکراہ آج مورخہ ۲۸ ۷/۳۳ حسب ذیل وصیت کرتی ہوں۔
میری جائداد بقسم زیورات مالیتی تخمیناً صہ کے ہے علاوہ ازیں کوئی مال یا ملکیت نہیں رکھتی ہوں۔ اس لئے مذکورہ ملکیت کے ۱/۱۰ حصہ مبلغ صہ نقد بعد منظوری وصیت ہذا کے داخل خزانہ صدر انجمن احمدیہ کر دونگی۔ انشاء اللہ تعالیٰ
العبد:۔ مسماۃ عالم النساء زوجہ مرزا فتح محمد بیگ ساکن کوٹ محمود احمد تحصیل قصور ضلع لاہور۔
گواہ شد:۔ مرزا سلطان احمد ولد مرزا فتح محمد بیگ قوم مغل سکنہ کوٹ محمود احمد ڈاکخانہ قصور ضلع لاہور
گواہ شد:۔ عبد القادر جنرل سکرٹری جماعت احمدیہ قصور بقلم خود۔

252

ہندوستان اور ممالک غیر کی خبریں

نیشنل گول میز کانفرنس کے متعلق لکھنؤ سے ۳۰ ستمبر کی اطلاع ہے کہ پولیٹیکل علاقوں میں یہ تجویز ہو رہی ہے - کہ موجودہ پولیٹیکل جمود کو دور کرنے کے لئے تمام پارٹیوں کی ایک گول میز کانفرنس منعقد کی جائے - جس میں وائٹ پیپر کی مخالفت کے سوال پر غور کیا جائے۔

وائسرائے ہند کے متعلق لکھنؤ کی ۳۰ ستمبر کی خبر ہے کہ آج شام کو یہاں کے ریلوے اسٹیشن یونین جیکس اور جھنڈیوں سے سجا ہوا تھا - لیڈی ولنگڈن بذریعہ ہوائی جہاز دہلی سے ہوائی جہازوں کے اڈے پر پہنچیں - اور ریلوے اسٹیشن پر وائسرائیگل پارٹی کے ساتھ شامل ہو گئیں۔

یوپی حج کمیٹی کے متعلق لکھنؤ سے ۳۰ ستمبر کی اطلاع ہے کہ گورنمنٹ ہند نے فیصلہ کیا ہے - یو - پی میں ایک صوبجاتی حج کمیٹی مقرر کی جائے - جس کا کام حجاز کو جانے والے زائرین کی عام بہبودی کا خیال رکھنا ہوگا - اس کمیٹی کا ہیڈ کوارٹر لکھنؤ میں ہوگا

شملہ سے ۳۰ ستمبر کی اطلاع ہے کہ رانی صاحبہ ریاست منڈی کی زیر صدارت آل انڈیا خواتین کانفرنس منعقد ہوئی - جس میں قیام فیڈریشن سے پیشتر خاص آئین سازی میں عورتوں کے لئے خاطر خواہ نمائندگی کا مطالبہ کیا گیا - تمام مذاہب کی دو صد خواتین شامل ہوئیں۔

جاپان و ہندوستان کی تجارتی گفت و شنید کے متعلق شملہ سے یکم اکتوبر کی اطلاع ہے - کہ جاپانی وفد نے ہندوستانی وفد کے روبرو جو تجاویز رکھی ہیں آج حکومت ہند کے ڈیپوٹیوں نے ان پر بحث و تمحیص کی - جاپانی وفد نے اب تک جو تجاویز پیش کی ہیں - ان کی نسبت بیان کیا جاتا ہے کہ وہ عام شرائط کی سی حیثیت رکھتی ہیں - موجودہ گفت و شنید کے پیش نظر یہ توقع ہے کہ ایک ایسی مفاہمت ہو جائے گی - جو ہر دو پارٹیوں کے لئے قابل قبول ہوگی۔

نیویارک سے ۳۰ ستمبر کی اطلاع ہے کہ ساحلی علاقوں پر مزدوروں نے عام ہڑتال کر رکھی ہے - ایک مقام کے پانچ ہزار مزدوروں نے جو بھوک اور تکان سے دیوانے ہو رہے تھے - پین سلوینیا کے ایک کارخانہ آہن پر حملہ کر دیا - کارخانہ کے بہت سے مزدوروں کے کپڑے پھاڑ ڈالے - اور اشیاء خوردنی لوٹ لیں

علیگڑھ یونیورسٹی کورٹ کے اجلاس کے متعلق ۳۰ ستمبر کی اطلاع ہے - کہ اس میں نواب صاحب بھوپال کو چانسلر منتخب کیا گیا - نیز اراکین کو مطلع کیا گیا - کہ گورنر جنرل باجلاس کونسل نے کورٹ کے اس فیصلہ کی منظوری دے دی ہے - کہ آئندہ طلباء بی - اے اور ایم - اے کے امتحانات کے لئے اردو بھی لے سکیں۔

پنڈت جواہر لال نہرو کی سب سے چھوٹی ہمشیرہ مس کرشنا نہرو کی مسٹر گنوتم پرشوتم تھی سنگھ بیرسٹر بمبئی کے ساتھ منگنی کا اعلان کیا گیا ہے - یہ شادی سپیشل قانون شادی کے ماتحت ہوگی

بمبئی سے یکم اکتوبر کی اطلاع ہے - کہ بمبئی ہائی کورٹ کے مسٹر جسٹس رنگیکار نے آج فیصلہ کیا - کہ بمبئی کے ایڈمنسٹریٹر جنرل دیشنومت کے بانی کی تمام جائداد منقولہ و غیر منقولہ جس کی مالیت پچھتر لاکھ ہے - اپنے قبضہ میں لے لیں - کیونکہ اس جائداد کے غبن اور ضائع ہونے کا احتمال ہے۔

جموں سے ۳۰ ستمبر کی اطلاع ہے کہ سری نگر میں کئی ہفتوں سے ڈوگرہ - پنجابی اور کشمیری ہندو لیڈروں کے درمیان صلح کے لئے گفت و شنید ہو رہی تھی - مگر ہندو لیڈر کسی ایک فیصلہ پر متفق نہ ہو سکے - اس لئے آل پارٹیز ہندو کانفرنس ٹوٹ گئی۔

مسٹر برج ڈسٹرکٹ مجسٹریٹ مدناپور کے قتل کے بعد سے حکومت بنگال کے زیر غور یہ تجویز ہے - کہ ان اشخاص کو جن پر دہشت انگیز یا کسی انقلابی پارٹی سے تعلق رکھنے کا شبہ ہو - ہندوستان سے باہر کسی جزیرہ میں بھیج دیا جائے - تاکہ ایسی انقلابی سرگرمیوں کا خاتمہ ہو جائے۔

سری نگر سے ۳۰ ستمبر کی اطلاع ہے - کہ سکھ ریاست کے خلاف جو ایجی ٹیشن کرنا چاہتے ہیں - اس کے متعلق انہوں نے جملہ تیاریاں کر لی ہیں - کافی والنٹیر بھرتی ہو چکے ہیں - معلوم ہوا ہے کہ سکھ دربار کے سری نگر سے روانگی سے پہلے ہی مورچہ لگائیں گے۔

انگلینڈ کے کمیونسٹ لیڈر ٹام مان کو جسے امریکن قنصل جنرل مقیم لنڈن نے امریکہ جانے کی اجازت دینے سے انکار کر دیا تھا - اب امریکن گورنمنٹ کے لیبر ڈیپارٹمنٹ نے امریکہ آنے کی اجازت دے دی ہے۔

دریائے گومتی کے سیلاب کے متعلق کومیلا سے یکم اکتوبر کی اطلاع ہے - کہ تقریباً ۵۰ دیہات بالکل تباہ ہو گئے - اور وہاں کی فصل کا جو نقصان ہوا - اس کا اندازہ ۴ لاکھ تک لگایا جاتا ہے

شیخ محمد عبد اللہ صاحب شیر کشمیر کے متعلق اخبارات میں شائع ہوا ہے - کہ ان کی شادی شیخ احمد حسین صاحب مالک نیڈرو ہوٹل کی اس دختر سے ہوئی ہے - جس کے متعلق کہا جاتا ہے - کہ اس کی پہلی شادی پیر کرم شاہ سے ہوئی تھی۔

پیکنگ (چین) سے ۲ اکتوبر کی رپورٹر کی اطلاع مظہر ہے کہ ہین صوبہ کے ضلع ہنگیانگ میں ملیریا سے پچاس ہزار اشخاص مر گئے

ماسکو سے ۲ اکتوبر کی اطلاع ہے - کہ سوویٹ گورنمنٹ نے ایک اعلان شائع کیا ہے - جس میں جاپان کے اس الزام کا کہ سوویٹ روس جاپان پر حملہ کرنے کی تیاریاں کر رہا ہے جواب دیا ہے - اور بتلایا ہے - کہ ہاربن کے جاپانی ملٹری ہیڈ کوارٹرز نے چینی مشرقی ریلوے پر زبردستی قبضہ کرنے کی سازش مکمل کر لی ہے - اور جاپان اب اس ریلوے کی فروخت کے متعلق روس کے ساتھ گفت و شنید کو توڑ دینا چاہتا ہے - ان حالات میں جنگ چھڑ جانے کی ذمہ داری جاپان پر ہوگی۔

سر شادی لعل چیف جسٹس جو ولایت گئے ہوئے تھے - ۲ اکتوبر لاہور پہنچے - اسٹیشن پر متعدد جج صاحبان اور وکلاء نے خیر مقدم کیا۔

لاء کالج لاہور کے متعلق ۲ اکتوبر کی اطلاع ہے - کہ قریباً پچاس طلباء کو ان کے دیر کر کے آنے اور گنجائش نہ ہونے کے باعث کالج میں داخل کرنے سے انکار کر دیا گیا۔

پشاور سے ۲ اکتوبر کی اطلاع ہے - کہ حامد انصاری اسسٹنٹ ایڈیٹر اخبار "مدینہ" کے اسباب سے جو افغانستان جانے کے ارادہ سے یہاں پہنچے - کسی شبہ کی بناء پر تلاشی لینے پر دو خنجر برآمد ہوئے - تلاشی کے بعد ان کو حراست میں لے لیا گیا - اور پانچ صد روپیہ کی ضمانت پر رہا کیا گیا - ان کے خلاف مقدمہ چلے گا - پاسپورٹ منسوخ کر دیا گیا ہے۔

مشہور ڈاکو نیروز کے متعلق لاہور سے ۲ اکتوبر کی اطلاع ہے کہ لاہور کے قریب ایک گاؤں میں اسے گرفتار کر لیا گیا ہے۔

کابل سے آمدہ اطلاعات مظہر ہیں - حکیم محمد اسلم پشاوری اور ان کے دو بھائیوں کو مبینہ انقلابی سرگرمیوں کے سلسلہ میں پھانسی پر لٹکا دیا گیا۔

مسٹر پٹیل کے متعلق جنیوا سے ۲ اکتوبر کی اطلاع ہے کہ ان کی حالت بڑی نازک ہو گئی ہے - اور مزید پیچیدگیاں پیدا ہو رہی ہیں۔

مولانا شوکت علی کے متعلق لکھنؤ سے یکم اکتوبر کی اطلاع ہے کہ انہوں نے یہاں آ کر پنڈت جواہر لال نہرو سے ملاقات کی - اور مشورہ دیا ہے - کہ حکومت سے فی الحال جنگ بند کر دی جائے - اور باہمی جھگڑوں کا فیصلہ کیا جائے۔

ڈبلن سے یکم اکتوبر کی اطلاع ہے کہ ملکہ وکٹوریہ کے بت کو جو آئرش پارلیمنٹ کے سامنے میدان میں نصب تھا۔

عبد الرحمن قادیانی پرنٹر و پبلشر نے ضیاء الاسلام پریس قادیان میں چھاپا اور قادیان سے ہی شائع کیا - ایڈیٹر - غلام نبی